بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(ترجمہ از بیان القران) سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی اور ہم اسی طرح (اور) ایمان والوں کو (بھی کرب و بلا سے) نجات دیا کرتے ہیں (الانبیاء آیت نمبر ۸۸)

ماہنامہ

راہِ نجات

بارہمولہ کشمیر

جلد نمبر ۱ شمارہ نمبر ۵ بابت ماہِ مئی سنہ ۲۰۱۲ء

سرپرست

عاصیؔ غلام نبی وانی

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، اونر

منیر احمد وانی

سید الشہداء

حضرت حمزہؓ

اس شمارے میں

نمبر شمار	مضامین	مضامین نگار	صفحہ نمبر
۱	اداریہ	مدیر	۳
۲	سید الشہداء	عاصیؔ غلام نبی وانی	۶
۳	بزرگان دین سے محبت و استفادے کا شرعی طریقہ	ڈاکٹر نذیر احمد زرگر	۴۷
۴	شرعی اور فقہی اصطلاحات کی وضاحت سوال و جواب کی روشنی میں	عاصیؔ غلام نبی وانی	۵۰
۵	درس مثنوی مولانائے رومؒ	عاصیؔ غلام نبی وانی	۵۳
۶	کشمیر کے پانچ بڑے علماء	عاصیؔ غلام نبی وانی	۵۶
۷	آپکے مکتوبات بنام راہ نجات	مولوی محمد شفیع بابا منطقی	۶۴

Editor ,Printer ,Publisher & Owner =Muneer Ahmad Wani

Printed at :Universal Press Baramulla Near Cement Bridge Baramulla

Published from:Baramulla

Pages 64 excluding Title Cover

اِدَاریہ

فارسی زبان دنیا کی ایک بہترین زبان ہے۔ اسلام کے حوالے سے اگر کسی زبان نے عربی کے بعد اسلام کی خدمت انجام دی ہے وہ یہی زبان ہے۔ خوش قسمتی سے جغرافیائی اعتبار سے ایران ہماری اس جنت نظیر کشمیر کے قریب ہی واقع ہے اور اسلام کی دعوت ان پاک نفوس کے ذریعے سے کشمیر میں پہنچی جن کی زبان بھی فارسی ہی تھی۔ کشمیر جو اسلام سے پہلے بھی رشیوں اور فقیروں کا مسکن رہا ہے جب ان پاک نفوس کے ذرئعہ سے اسلام سے متعارف ہوا تو اپنی فطری شرافت کی وجہ سے یہاں کے لوگوں نے اسلام کو گلے سے لگایا پھر دیکھتے دیکھتے سارا کشمیر اسی رنگ میں رنگ گیا۔ کشمیر کے متعلق ایک قدیم مورخ کلہن نے لکھا ہے کہ یہ وہ قوم ہے جن کو محبت سے تو زیر کیا جا سکتا ہے تلوار سے نہیں۔ محبت ان کی فطرت میں ہے یہی وجہ ہے کہ آج بھی یہ لوگ اپنے کو محبتی کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ایران اور وسط ایشیاء سے جو بزگان دین یہاں تشریف لائے وہ دنیا کے ہر ملک کو اپنا ملک سمجھتے تھے ان کا متفقہ نعرہ تھا کہ **ہر مُلکُ مُلکِ ما است کہ مُلکِ خُدائے ما است** (ترجمہ) دنیا کا ہر ایک ملک ہمارا اپنا ملک ہے کیونکہ یہ ہمارے خدا کا ملک ہے۔ اللہ نے تمام عالم کو ایک ملک بنایا ہے یہ دوسری بات ہے کہ ہم نے اپنی مصلحتوں کے پیش نظر اس کو خطوں میں تقسیم کیا ہے یہ تقسیم نہ سانپ بچھو تسلیم کرتے ہیں نہ اُڑنے والے پرندے اور نہ جنگلی اور وحشی جانور۔ حتیٰ کہ سمندر اور دریا کی مچھلیاں بھی اس تقسیم کو تسلیم نہیں کرتی ہیں۔ خدا ایک ہے، پوری کائنات ایک ہے اور انسان ایک ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا **لاتقاطعوا و لا تباغضوا و لا تحاسدوا کونو عباداللہ اخوانا ہ** آپس میں تعلقات مت کاٹو ،بغض مت رکھو، حسد مت کرو اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن کر رہو۔ خدا نے کسی چیز کو بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے۔ آج جو ہمیں پکا کافر اور مشرک نظر آتا ہے ہمیں کیا معلوم ہے کہ اس کی پشت میں کیسے نیک لوگ چھپے ہوئے ہیں جو اپنے مناسب وقت پر اس دنیا کو رونق بخشیں گے۔ یہ فلسفہ فارسی زبان کا ایک قیمتی سرمایہ ہے جو اس کو قرآن اور حدیث سے حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ عربی زبان اور ادب کو اپنے اندر جذب کر کے یہ دنیا کی ایک ایسی زبان بن گئی جو نہ صرف اسلام کی ترجمان ہے بلکہ عربی زبان کو سمجھنے کے لئے ایک وسیلہ بھی بن گئی چنانچہ ابھی تک ہمارے دارالعلوموں میں عربی کے ساتھ ساتھ فارسی بھی

پڑھائی جاتی ہے

اس زبان میں دنیا کی ایسی علمی کتابیں ہیں جن سے دنیا کے اہل علم قیامت تک بے نیاز نہیں ہو سکتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ جو برصغیر کا ایک لامثال شاعر ہے اس کے کلام کا پچھتر فی صد حصہ بھی فارسی زبان میں ہی ہے۔ فردوسیؒ، عطارؒ، رومیؒ، سعدیؒ، اور حافظؒ کا نام قیامت تک باقی رہے گا۔ نظم کی طرح نثر میں بھی اس زبان نے بے مثال خدمت انجام دی ہے۔ ہندوستان میں سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اسی زبان میں کیا۔ ہماری اردو زبان پر بھی اسی علمی زبان کی چھاپ ہے۔ کل کی بات ہے کہ کشمیر کے ہر گھر میں **کریما نام حق**، **پند نامہ**، **گلستانِ سعدی** اور اسی قسم کی دیگر کتابیں ہر گھر کی زینت بنی ہوئی تھیں۔ واقعی کشمیریوں کی شرافت، مہمان نوازی، باہمی میل ملاپ کے اوصاف کو اس زبان نے اپنے خون جگر سے سینچا۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبالؒ نے اپنے کلام میں اس کو ایران صغیر کہا تھا۔ اُن کا شعر ہے کہ ؎

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و اسیر
کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایرانِ صغیر

یہ **۱۹۳۸ء** سے پہلے کی بات ہے جبکہ ہم ڈوگرہ شاہی میں غلام تھے۔ اور اقبالؒ نے یہ اشعار کہے تھے۔ جس طرح قرآن وحدیث کی خدمت میں اس زبان نے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں اسی طرح سیرت میں بھی بہت اچھی اچھی کتابیں فراہم کی ہیں چنانچہ اس دلکش زبان میں ایک سیرت کی کتاب اس انداز سے لکھی گئی ہے جو اپنے دلکش انداز بیان سے اپنی مثال آپ ہے اس کا مصنف ملا معین کاشفی ہرویؒ ہے۔ جو اپنے زمانے میں ایک فقید المثال عالم باعمل تھا۔ اس کتاب کا نام **"معارج النبوۃ فی مدارج الفتوہ"** ہے۔ اس میں سیرت کا ہر ایک واقعہ ایسا ہے جو دل کو تڑپا دینے والا ہے۔ اُن میں ایک قصہ شہادتِ حمزہؓ کے متعلق بھی لکھا ہے جو دل وجگر تھام کر ہی پڑھا جا سکتا ہے۔ ہماری لائبریری میں یہ کتاب عرصۂ دراز سے موجود ہے۔ لیکن فارسی زبان سے دوری کی وجہ سے عوام یہ کتاب سمجھنے سے معذور ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کا ترجمہ شائع کیا جائے لیکن یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے اس کے لئے جس سرمائے کی ضروت ہے فی الحال ہم اس سے عاری ہیں۔ یہ کتاب بہت پہلے نول کشور لکھنو سے شائع ہوئی تھی اور اب نایاب ہے۔ (مشتے نمونہ از خروار) کے ضابطے کے تحت والد

صاحب نے اس کتاب کے اس حصہ کا اردو میں ترجمہ کیا جو سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے متعلق ہے۔اور اسی مناسبت سے اس نمبر کا نام سید الشہداء نمبر رکھا گیا۔تاکہ صاحب عزیمت لوگوں کے لئے دین کا کام کرنا اور اس کی اشاعت کرنا حوصلہ پائے اور اپنے اسلاف کی قربانیوں کو یاد کر کے دینی محنت میں جٹ جائیں۔امید ہے کہ قارئین کرام اس کو پسند فرمائیں گے اور اللہ کے دربار میں اس کی قبولیت کے لئے دعا فرمائیں گے۔

مدیر

ایک ضروری اطلاع

(نیا شمارہ کیا ہوگا)

کشمیر کی تاریخ بہت پرانی ہے اور برصغیر کے دیگر ممالک کے مقابلے میں کشمیر کی تاریخ نسبتاً زیادہ محفوظ ہے۔لیکن یہ تاریخی کتابیں یا تو سنسکرت زبان میں ہیں یا فارسی میں۔ماضی قریب میں چند کتابوں کا ترجمہ کیا گیا اور کئی کتابوں کا ترجمہ ابھی اہل علم کے ذمہ ایک قرض ہے۔کشمیر اس بڑی دنیا کے اندر ایک چھوٹی دنیا ہے اور اس خطۂ جنتِ نظیر میں چند ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو دیگر مقامات پر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی ہیں۔صدیوں کی غلامی نے ہمارے ذہنوں کو مفلوج کیا اور سانحہ یہ ہے کہ ابھی تک ہم اپنی نئی نسل کو اپنی تاریخ سے بھی آگاہ نہیں کر پائے آج ہماری نوجوان نسل ایران توران کی باتیں تو بہت کرتے ہیں لیکن اپنی مقامی تاریخ سے بے خبر ہیں۔کسی زندہ قوم کے لئے یہ بات مصیبت سے کم نہیں ہے خاص کر اسلام کے حوالے سے تاریخ کے انمول واقعات سے بے خبری کے سبب احساس کمتری کے شکار ہیں۔اسی صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے ادارہ راہِ نجات نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمارا اگلا شمارہ ''**اسلام اور کشمیر**'' کے عنوان سے انشاء اللہ منظر عام پر آئے گا۔علامہ اقبالؒ نے تاریخ کی اہمیت اور افادیت کے اسی پس منظر میں یہ شعر کہا ہے

یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

مدیر

سید الشہداء حضرت حمزہؓ

(عاصی غلام نبی وانی ایم۔عربی،فارسی کشمیر یونیورسٹی)

حضرت حمزہؓ اور دیگر شہدائے احد کی فضیلت

معارج النبوۃ میں نقل کیا گیا ہے کہ مہاجرین اور انصار کی جماعت (جن کے عزیز و اقارب جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے) اور اپنے ان شہیدوں کی وجہ سے جن کی طبیعتیں مجروح اور دل شکستہ ہو گئے تھے۔آنحضرت ﷺ نے ان ماتم رسیدہ لوگوں کی تسلی کے لئے اور شہیدوں کی قدر و منزلت اور ان کے انجام اور عاقبت کی یوں خبر دی کہ جب ان سعادت مند شہداء کے ارواح جسم کے پنجروں سے جدا ہو گئے تو حق تعالیٰ نے ان پاک ارواح کو سبز رنگ کے جانوروں کے اجسام میں داخل کیا۔اور ہر روز وہ پرندے جنت کی نہر کے کنارے پر آتے ہیں اور اس سے پانی پیتے ہیں۔اور جنت کے میووں کو کھاتے ہیں اور بہشت کے تمام منازل و مراحل پر اُڑتے ہیں اور جب بہشت کی سیر سے فارغ ہوتے ہیں تو سونے کی قندیلوں پر (جو ساق عرش پر لٹکی ہوئی ہیں) پھر رہے ہیں۔جب اس دولت کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور اس مرتبہ اور نیک بختی سے مشرف ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ سے مناجات کرتے ہیں کہ الٰہی ہمارا پیغام ہمارے بھائیوں تک پہنچا دے تاکہ وہ ہمارے احوال جانیں اور ہمارے عیش و آرام اور اللہ کی بارگاہ میں حاضری اور پاک غذا اور پاک چیزوں کے پینے کے متعلق علم الیقین حاصل کریں اور دنیا کی فرصت کو غنیمت شمار کریں۔اور دین کی خاطر سختی محمود سمجھیں۔غزوات اور جہاد میں پیش پیش رہیں اور اس سعادت مندی اور مرتبہ شہادت کو نہ چھوڑیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں (جو کہ خدا ہوں) آپکا پیغام اُن تک پہنچاؤں گا اور یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ: **لاتحسبن الذین قتلوا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتاً ط بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ہ** جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ سمجھو وہ تو زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پا رہے ہیں جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا ہے اس پر خوش و خرم ہیں پارہ لن تنالو آیت نمبر ۱۶۹ دوسری روایت میں جس کے راوی جابر بن عبداللہ ہیں آیا ہے کہ ایک میں آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھا تھا۔آنحضرت ﷺ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں غمگین پاتا ہوں میں نے عرض کیا کہ میرا باپ شہید ہوا اور اس کا قرض باقی رہا اور نیز اس کی لڑکیاں بھی رہ گئی ہیں ان کی نگہداشت مجھے

افسردہ رکھتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تو جان لے اور اس بات سے آگاہ ہو جا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے شہدائے احد میں سے کسی کے ساتھ بے حجابانہ کلام نہیں کیا لیکن آپ کے والد صاحب کے ساتھ بے حجابانہ کلام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سألنی اعطاك میرے بندے مانگ تاکہ میں تجھے عطا کروں ۔آپ کے باپ نے کہا خداوندا میں چاہتا ہوں کہ مجھے پھر دنیا میں بھیج تاکہ آپ کی راہ میں دوبارہ شہید ہو جاؤں۔ خدائے بزرگ نے اس سے فرمایا کہ میرا حکم نافذ ہو چکا ہے کہ جس کی روح قبض کرتا ہوں اس کو دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجتا ہوں۔ آپ کے باپ نے کہا کہ میرا حال میرے رشتہ داروں کو دنیا میں کون بتائے گا خدا نے فرمایا کہ میں اور آیت کریمہ نازل فرمائی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ O ترجمہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ سمجھو۔ وہ تو زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس روزی پا رہے ہیں جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا ہے اس پر خوش و خرم ہیں۔ نقل کیا گیا ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ نے شہدائے احد کی زیارت کی اور فرمایا کہ اے بندگی کے لائق خدا۔ آپ کا بندہ رسول ﷺ گواہ ہے کہ یہ جماعت تیری رضا کی طلب میں شہید ہوئی ہے اس کے بعد فرمایا جو کوئی ان کی زیارت کرتا ہے اور ان پر دعا اور سلام پیش کرتا ہے قیامت تک اس کا جواب دیتے ہیں۔

نقل کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر سال شہدائے احد کی زیارت کو جاتے اور فرماتے اسلام علیکم بما صبرتم فلنعم عقبی الدار۔ اس کے بعد شیخین یعنی ابوبکر اور عمرؓ نے بھی یہی طریقہ اختیار رکھا۔ فاطمہ خزاعی کہتی ہے کہ ایک روز میں احد کے میدان میں جا رہی تھی میں نے کہا اسلام علیکم یا عم رسول اللہ آواز سنی و علیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ۔

و عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال لاصحابہٖ انہٗ لما اصیب اخوانکم یوم احدٍ جعل اللہ ارواحھم فی جوف طیرٍ خضرٍ ترد انھار الجنۃ تاکل من ثمارھا و تاوی الیٰ قنادیل مِن ذھبٍ معلقۃ فی ظل العرش فلما وجدوا طیب ما کلھم و مشربھم و مقیلھم قالوا من یبلغ اخواننا عنا اننا احیاءٌ فی الجنۃ و لا ینکلوا عند الحرب فقال اللہ تعالیٰ انا ابلغھم عنکم فانزل اللہ تعالیٰ و لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل

احیاءٌ الیٰ آخر الآیۃ (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ شریف حدیث ۳۶۷۵)

(ترجمہ حدیث) حضرت ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا جب تمہارے بھائی احد کے دن شہید کئے گئے تو خداوند تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے جسم میں داخل کر دیا اب وہ پرندے جنت کی نہروں پر آتے ہیں جنت کے میوں کو کھاتے ہیں اور سونے کے ان قندیلوں میں آرام حاصل کرتے ہیں جو عرش الٰہی کے نیچے معلق ہیں ان شہیدوں نے جب اپنے کھانے پینے اور آرام کرنے کی مسرتوں کو حاصل کیا تو کہا کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری طرف سے یہ پیغام پہنچائے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جنت کو حاصل کرنے میں بے پروائی سے کام نہ لیں اور لڑائی کے موقعہ پر سستی نہ کریں خداوند تعالیٰ نے ان کی اس خواہش کو پا کر کہا میں تمہارے پیام کو تمہارے بھائیوں کے پاس پہنچاؤں گا چنانچہ خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”و لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاءٌ عند ربھم یرزقون (ابوداؤد)

وعن جابرٍ قال لقینی رسول اللہ ﷺ فقال یا جابر ما لی اراک منکسراً قلت استشھد ابی و ترک عیالاً و دیناً قال افلا ابشرک بما لقی اللہ بہٖ اباک قلت بلیٰ یا رسول اللہ ما کلّم اللہ احداً قط الا من ورآء حجابٍ و اجبیٰ اباک فکلمہٗ کفاحاً قال یا عبدی تمنّی علی اعطک قال یا ربِّ تحیینی فاقتل فیک ثانیۃً قال الرب تبارک و تعالیٰ انہٗ قد سبق منی انھم لا یرجعون فنزلت و لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً الآیۃ (رواہ ترمذی مشکوٰۃ شریف حدیث ۵۹۸۴)

(ترجمہ حدیث) حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز مجھ سے ملے اور فرمایا جابر کیا بات ہے میں تجھ کو غمگین و افسردہ پاتا ہوں۔ میں نے عرض کیا میرے والد شہید کئے گئے اور انہوں نے کنبہ اور قرض چھوڑا ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں تجھ کو یہ خوشخبری نہ دوں کہ خدا نے تیرے باپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے آج تک جس شخص سے کلام کیا ہے پردہ کے پیچھے سے کیا ہے تیرے والد کو خدا تعالیٰ نے زندہ کیا اور پھر اس کے روبرو (یعنی پردہ کے بغیر) گفتگو کی اور فرمایا اے میرے بندے مجھ سے آرزو کر (یعنی جس چیز کو دل چاہتا ہو مانگ) میں تجھ کو دوں گا تیرے باپ نے کہا میرے پروردگار مجھ کو پھر زندہ کر دے تاکہ میں تیری راہ پر

شہید ہو جاؤں۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا میرا یہ حکم نافذ ہو چکا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی شخص دوبارہ دنیا میں نہ جائے گا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاءٌ عند ربھم یرزقون ہ یعنی جو خدا تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ہیں تو ان کو مردہ خیال نہ کر بلکہ وہ اپنے پروردگار کے ہاں زندہ ہیں رزق دئے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو پا کر خوش ہیں (ترمذی)

وعن خباب بن الارتؓ قال ھاجرنا مع رسول اللہ ﷺ نبتغی وجہ اللہ تعالیٰ فوقع اجرنا علی اللہ فمنا من مضیٰ لم یاکل من اجرہٖ شیئاً منھم مصعب ابن عمیر قبل یوم احد فلم یو جد لہٗ ما یکفن فیہ الا نمرۃٌ فکنا اذا غطینا رأسہٗ حرجت رجلاً و اذا غطینا رجلیہ خرج رأسہٗ فقال النبیؐ ﷺ غطوا بھا رأسہٗ و اجعلوا علیٰ رجلیہِ من الآخرِ ومنا من اینعت لہٗ سمرتہٗ فھو یھدبھا (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف حدیث ۵۹۴۳)

حضرت خباب بن الارتؓ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہجرت کی تھی۔ پس ہمارا اجر خدا پر ثابت و قائم ہو گیا پھر بعض لوگ ہم میں سے ایسے ہیں جو دنیا سے گذر گئے اور دنیاوی اجر میں سے وہ کچھ نہ پا سکے (یعنی مال غنیمت وغیرہ) جیسے مصعب بن عمیرؓ جو احد کے دن شہید ہوئے اور ان کے لئے سوائے ایک سفید چادر و سیاہ کمل کے کفن کا کوئی کپڑا میسر نہ آ سکا اور یہ کملی بھی ایسی تھی کہ جب ہم اس سے سر کو ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں کو ڈھانکتے تو سر کھل جاتا تھا۔ نبی ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا سر کو کملی سے ڈھانک دو اور پاؤں پر اذخرہ (گھاس) ڈال دو۔ اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کا پھل پختہ ہو گیا اور وہ اس پھل کو چن رہے ہیں (یعنی خوب مال غنیمت پایا) اور کامیابی حاصل ہوئی (بخاری و مسلم)

عن علیٍ قال قال رسول اللہ ﷺ ان لکل نبیٍ سبعۃً نجبآء و رقبآء و اعطیت انا اربعۃً عشر قلنا من ھم قال انا و ابنای و جعفرٌ و حمزۃُ ابو بکرٍ و عمرُ و مصعبُ ابن عمیر و بلالٌ و سلمانُ و عمارٌ و عبداللہ بن مسعودٍ و ابو ذرٍ والمقداد رضی اللہ عنھم (مشکوٰۃ حدیث ۵۹۹۳)

(ترجمہ حدیث) حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ہر نبی کے ساتھ مخصوص

آدمی ہوتے ہیں جو اس کے منتخب و برگزیدہ اور رقیب و نگہبان ہوتے ہیں اور مجھ کو ایسے چودہ آدمی دئے گئے ہیں۔ علیؓ سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں۔ علیؓ نے کہا میں اور میرے دونوں بیٹے حسنؓ و حسینؓ، جعفرؓ حمزہؓ، ابوبکرؓ، عمرؓ، مصعب بن عمیرؓ، بلالؓ، سلمانؓ، عمارؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ (مشکوٰۃ)

نام و نسب

حمزہ نام، ابو یعلیٰ اور ابو عمارہ کنیت، اسد اللہ لقب، آنحضرت ﷺ کے حقیقی چچا تھے، ماں کی طرف سے یہ تعلق تھا کہ ان کی والدہ ہالہ بنت وہیب سرور کائنات ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کی چچا زاد بہن تھیں، پورا سلسلہ نسب یہ ہے حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم ابن عبد مناف بن قصی۔ اس نسبی تعلق کے علاوہ حضرت حمزہؓ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے، یعنی ابولہب کی لونڈی حضرت ثویبہؓ نے دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ سن میں حضور انور ﷺ سے دو برس بڑے تھے، شمشیر زنی، تیر اندازی اور پہلوانی کا بچپن ہی سے شوق تھا۔ سیر و شکار سے بھی غیر معمولی دلچسپی تھی۔ چنانچہ زندگی کا بڑا حصہ اسی مشغلہ میں بسر ہوا۔ (بحوالہ سیر الصحابہ مہاجرین حصہ اول از مولانا حاجی معین الدین صاحب ندوی مرحوم)

حضرت حمزہؓ کا اسلام

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

(ترجمہ)

(اے عاشق اگر تو دل کے زخموں کو تازہ رکھنا چاہتا ہے تو اس قصۂ پارینہ کو کبھی کبھی پھر پڑھتا رہ)

عطا بن یسار سے نقل کیا گیا ہے اور وہ عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تھا جو کہ اس وقت مکہ سے باہر تشریف فرما تھے۔ جب ہم صفا پر پہنچے مشرکین وہاں جمع تھے۔ ولید بن مغیرہ کے پاس ایک بت تھا۔ اس مجمع میں وہ گمراہ لوگ اسی بت کی عبادت میں مشغول تھے جب آنحضرت ﷺ ان لوگوں کے پاس سے گذرے تو فرمایا اے گروہ قریش پڑھو لا الٰہ الا اللہ۔ یا معشر قریش قولوا لا الٰہ الا اللہ۔ ولید نے ابوجہل سے کہا اے ابوالحکم تجھے کیا عذر ہے اگر میں اسی مجمع میں محمد ﷺ کو ذلیل کروں۔ ابوجہل لعین نے قسم دے کر کہا کہ محمد ﷺ کی

تذلیل میں کوئی کسر باقی نہ رکھو۔ ولید پلید اٹھا اور اپنے بت کو اپنی گردن پر رکھا۔ بعد ازاں حضور ﷺ کے نزدیک آکر کہنے لگا اے محمد کیا تو ہی دعویٰ کرتا ہے کہ میرا خدا میری شہ رگ سے زیادہ نزدیک ہے ۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا! ہاں !اس پلید نے کہا یہ لو میرا خدا میری گردن پر ہے اور سب اس کو دیکھتے ہیں کہاں ہے تمہارا خدا تا کہ ہم بھی دیکھیں۔ چونکہ اس قوم کے دل نورِ بصیرت سے محروم تھے اور حقائق کی سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے تھے لہٰذا آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے کوئی جواب نہیں فرمایا۔ یہ لوگ پھر اپنے اس بت کی طرف متوجہ ہوئے اور جلدی میں اس کے آگے سجدہ میں گر پڑے۔ فریاد شروع کی کہ اے ہمارے معبود اور آقا۔ اے ہمارے مولا ہم چاہتے ہیں کہ محمد ﷺ کے قتل میں ہماری مدد کی جائے ۔ دریں اثنا اس بت کے اندر سے ایک دیو نے تصرف کر کے کچھ کہنا شروع کیا۔ جس میں آنحضرت ﷺ کی عیب چینی اور برائی تھی ۔اس دیو نے اس بت سے چند اشعار کہلوائے ۔ان اشعار میں آنحضرت ﷺ کے دین کی مذمت تھی اور کافروں کو آنحضرت ﷺ اور ابن مسعود کے قتل کرنے پر اکسایا جانا مطلوب تھا۔ جب یہ الفاظ آنحضو ﷺ نے سنے تو رنجیدہ طبعیت اپنے مقام کی طرف لوٹے ۔حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے پیچھے پیچھے واپس لوٹا ۔اس کے بعد آنحضرت ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس بت کی باتیں آپ کے گوشِ مبارک تک پہنچی ۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں ! یہ ایک شیطان ہے جو بتوں کے شکم میں داخل ہوتا ہے اور کفار کو پیغمبروں کے قتل کرنے پر آمادہ کرتا ہے ۔کوئی شیطان اس عمل پر زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا ہے اور انبیاءؑ پر لعنت نہیں کرسکتا ہے کیونکہ اس عمل کے ظہور کے بعد ایسے شیاطین کی موت جلد ہی واقع ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو دو تین دن ہی گذر گئے تھے اور ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آنے والا آیا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کو سلام کی ہم نے صرف اس کی آواز سنی لیکن ہم نے اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ آنحضرت ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور اس سے پوچھا کیا تو اہل آسمان میں سے ہے۔ اس نے عرض کیا نہیں ۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تو جنوں میں سے ہے۔ اس نے عرض کی ہاں ۔آنحضرت ﷺ نے اس کے آنے کا سبب پوچھا۔ اس نے عرض کی کہ میں نے اپنے چچیرے بھائیوں سے یوں سنا کہ مشفر جن نے ایک بت کی پیٹ سے آپ ﷺ کی نسبت ناشائستہ الفاظ کہے اور ان الفاظ سے حضرت ﷺ کا دل مبارک تنگ ہو گیا۔ میں اس جن کے

انتقام کے ارادہ سے آیا تھا اور اس کے قتل کرنے میں سبقت حاصل کی ۔اس جن کو کوہِ صفا میں پا کر ایک ہی ضرب سے جہنم رسید کیا۔ اور مومنوں کو اس کے شر سے رہائی بخشی اور اب مجھے یہ التجا ہے کہ آپ صبح سویرے کوہِ صفا پر تشریف لائیں۔ وہ جماعت اس بت کی عبادت میں پھر مشغول ہوگی اور آپ ﷺ کی تشریف آوری پر میں اس بت کی زبان سے آپ ﷺ اور آپ کے دین کی تعریف میں کچھ باتیں سناؤں گا جس سے کہ آپ کے دوستوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اس جن سے پوچھا کہ تمھارا نام کیا ہے اس نے عرض کیا کہ سمحج ۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ میں تمہارا نام اس سے بہتر رکھوں ۔اس جن نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ ﷺ ۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمھارا نام عبداللہ رکھا۔ یہ نام آنحضرت ﷺ کے نزدیک پسندیدہ اور خوش کن ہے۔ یہ جن واپس گیا اور یہ رات ہم پر نہایت ہی لمبی ہوگئی۔ ہم اس جن کے وعدہ کے منتظر تھے۔ تا کہ کل مشفر جن کے نقصان کا ازالہ ہو سکے۔ جب صبح نمودار ہوئی ۔ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ کوہِ صفا کی طرف باہر نکلے ۔مشرک ماضی کی طرح اس عبادت میں مشغول تھے ۔آنحضرت ﷺ اس جگہ پہنچے اور ان لوگوں کو کلمہ توحید کی تلقین فرمائی۔ وہ لوگ نہایت ہی شوق و ذوق کے اور اس کے آگے قیام وسجود میں مشغول تھے۔ بصد مشکل زبان کھولی اور اس بت سے آنحضرت ﷺ اور آپ کے دین کی تنقیص بیان کرنے کی استدعا کی ۔اچانک اس غیب سے آواز دینے والے مومن سمحج نے (جو عبداللہ کے نام سے موسوم ہوا تھا) اس بت کے اندر سے یہ چند ابیات آنحضرت ﷺ اور آپکے سچے دین کی تعریف میں کہے۔

انا عبداللہ و ابن الیعرا ☆انا قتلت ذا الفجر و سطر

عممة فضرب سیف منکراً☆اری الصفا بلاعتی و استکبرا

خالت الحق درام المنکرا☆ یشمنه بنی المطهرا

جب مشرکوں نے بت کی زبان سے سلطان انس وجان کی تعریف سنی تو اس بت کی مذمت کی اور زمین پر گرا کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے اور اس واقعہ کو جادو سے تشبیہ دی ۔آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے اور بے عزتی کرنے میں تیزی کے ساتھ مشغول ہوئے ۔انتہائی جہالت کی وجہ سے ابوجہل لعین اور ان بے دینوں کی اس مٹھی بھر جماعت نے اس

(جواس جگہ موجود تھی) کمینہ پن، گالی گلوچ اور عیب چینی کی زبان آنخضرت ﷺ کے خلاف کھولی۔ان میں سے چند بے وقوف مانند عدی بن حمراہ ثقفی اور ابن وصد بن نزملی تکلیف پہنچانے اور مار پیٹ کی غرض سے اُٹھے یہاں تک کہ آنخضرت ﷺ کے روئے مبارک کو خون آلود کیا اور آنخضرت ﷺ کے جسم اطہر کو گرد آلود کیا۔آنخضرت ﷺ **واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما** کے تحت صبر اور تحمل کو مضبوط طریقے سے پکڑتے ہوئے رہے۔ہر چند ان لعینوں نے آنخضرت ﷺ کی تکلیف اور مار پیٹ میں کوشش کی آنخضرت ﷺ نے ان سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی اور صرف اس قدر بات فرمائی **یا معشر قریشٍ لم تضربونی فانی رسول اللہ الیکم** ۔اے گروہِ قریش مجھے کیوں مارتے ہو حالانکہ میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں تم لوگوں کی طرف۔

دلائل النبوۃ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ان لوگوں میں ایک جاہل بوڑھے کے پاس ایک لاٹھی تھی۔اس نے ارادہ کیا کہ اس لاٹھی کی نوک (سرا) آنخضرت ﷺ کی پیٹ پر مارے لیکن جلد ہی اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف کو اپنے حبیب پاک ﷺ سے رفع فرمایا۔مختصر یہ کہ آنخضرت ﷺ ان لوگوں میں سے با دل مجروح اور نہایت ہی غمگین چلے گئے اور مسجد حرام میں اپنا سر مبارک نیچے رکھ کر بیٹھے۔حضرت خدیجہؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اپنے حجرہ سے باہر دوڑی اور نالہ وفریاد کرتی ہوئی، اپنے سر مبارک کو پیٹتے ہوئے اور آنخضرت ﷺ کا حال پوچھتے ہوئے آپ ﷺ کو ڈھونڈنے نکلی اور کہتی جا رہی تھی کہ کیا کسی نے میرے پاک شوہر کو تو نہیں دیکھا؟ بیت

بکوی ہر سر کوز ونشان ہمی پرسم ☆ نشان یار خود از ایں وآں ہمی پرسم
زیار ماندہ جدا بر مثال تن بیجان ☆ بر کہ میر سم از جان جان ہمی پرسم

(ترجمہ) میں ہر گلی کوچہ میں ان کے متعلق حال معلوم کرتی ہوں۔اپنے محبوب کا پتہ ہر شخص سے پوچھتی ہوں۔ان کے فراق میں جسمِ بے جان کی طرح ہو گئی ہوں۔جس کے پاس پہنچوں گی اپنے محبوب کے متعلق پوچھوں گی۔

اس کے بعد خدیجہ خاتونؓ نے آنخضرت ﷺ کو پایا جن کے مبارک چہرے پر اداسی چھائی ہوئی تھی اور سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔حضرت خدیجہؓ نے آنخضرت ﷺ کے سر مبارک، چہرے اور خوشبودار گھونگر والے زلفوں کو گرد و گبار سے صاف کیا اور یہ اشعار عرض کئے ۔

حبیبی محمد ﷺ ضر بوک ☆ حبیبی محمد ﷺ جحد معک
وانکرہ معرفتک حبیبی محمد ﷺ ☆ لا یعلمون انک رسول اللہ الیهم

اتفاقاً حضرت امیر حمزہؓ اس وقت تیر پھینک رہے تھے وہ اکثر اوقات تیر اندازی کر رہے تھے۔اس وقت بھی شکار کرنے کے لئے باہر گئے تھے۔ایک ہرن کی گھات میں اس کے پیچھے چل رہے تھے تاکہ اس پر اپنا تیر ماریں۔ہرن نے پیچھے کی طرف مڑ کر بزبانِ فصیح کہا ''**ترمی بالسهم الی ولا ترمی الی قاتل ابن اخی لو رمیت هٰذا السهم الی قاتل ابن اخیک لکان خیراً**'' یعنی اے حمزہؓ تو میری طرف تیر پھینکتا ہے وہ شخص جو تیرے برادر زادہ کے قتل کے در پے ہے اس کو نہیں مارتا ہے۔اگر یہ تیر اس کی جانب مارتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔۔حضرت حمزہؓ یہ باتیں سن کر تعجب میں پڑ گئے۔جب اپنے دولت کدہ پر پہنچے تو ان کی لونڈی نے (جس نے حضور ﷺ کے ساتھ مشرکوں کا برتاؤ بچشم خود دیکھا تھا) حضرت حمزہؓ کے پاس کھانا لایا انتہائی دلی صدمہ کی وجہ سے اپنے حال کو ضبط میں نہ رکھ سکی۔گریہ وزاری کی بھاگ اس کے قبضے سے چھوٹ گئی۔حضرت حمزہؓ نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو رونے کا سبب پوچھا۔لونڈی نے کہا۔لات وعزا کی قسم اگر محمد ﷺ یتیم ہوتے اور ان کا حسب ونسب ظاہر نہ ہوتا تو پھر بھی وہ تمھارے یتیم خانے سے تعلق رکھتے یا اس قبیلے کا کمزور فرد ہوتا جس قبیلے پر تمھارا گذر نہ ہوتا۔لیکن ایسا نہیں۔یہ تمھارا بھانجا اور تمھاری دونوں آنکھوں کا نور ہے۔

حضرت حمزہؓ یہ باتیں سن کر غصہ میں آ گئے اور کہا افسوس تم پر۔محمد ﷺ پر کیا گذری اور کون سی تکلیف پہنچی۔اس عورت نے اس ظلم وستم اور سختیوں کے ہجوم کا جو اس مشرک جماعت نے بغیر کسی قصور کے آنخضرت ﷺ پر کیا تھا اور جس کا اس نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا بیان کیا۔حمزہؓ نے کہا افسوس ابو طالب کہاں تھا۔جواب ملا مکہ سے باہر اپنے مال مویشی کو ڈھونڈنے کے لئے گیا تھا اسی لئے اسکو اس واقعہ کی اطلاع نہ ہو سکی۔حمزہؓ نے پوچھا ابو لہب کہاں تھا۔لونڈی نے جواب دیا کہ وہ سنگ دل، جاہل اور خدا ناشناس بالا خانہ پر بیٹھا ہوا آواز دیتا تھا کہ اس جادوگر اور جھوٹے کو مارو۔حمزہؓ نے پوچھا عباسؓ کہاں تھا۔لونڈی نے جواب دیا کہ وہ پروانہ کی طرح شمع کے گرد چکر لگا رہا تھا اور فریاد کر رہا تھا کہ رحم کرو۔اپنے بیٹے پر رحم کرو۔لیکن خاندان، قرابت اور خونی رشتہ کا ان بدبختوں نے کوئی پاس نہیں کیا۔حمزہؓ یہ سن کر زار زار روئے اور فرمایا کہ میں تب تک اپنے اُوپر کھانا پینا حرام کرتا ہوں جب تک

اپنے بھتیجے کے ستانے والوں سے انتقام نہ لوں۔ حتیٰ کہ اپنا ہاتھ بھی کھانے پینے کی طرف نہ بڑھاؤں۔ کہتے ہیں کہ تین شب و روز سے حمزہؓ نے کچھ نہ کھایا تھا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ عبداللہ جذعان کی لونڈی نے یہ واقعہ حضرت حمزہؓ سے عرض کیا اور حمزہؓ کو ان ناعاقبت اندیش رشتہ داروں کی نشاندہی کی۔ اس کے بعد حمزہؓ اٹھے۔ اپنی زرہ پہنی اور شمشیر کو اپنی بغل کے نیچے لٹکایا۔ حمزہؓ کمان کو ہاتھ میں پکڑ کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور جماعت کی جانب کوہِ صفا کی طرف چل پڑے۔ سب مشرک وہاں جمع تھے۔ جب حمزہؓ کو زرہ پہنے ہوئے دیکھا۔ سب کے سب خوف زدہ ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے اگر حمزہؓ پہلے ہمیں مرحبا کہے اور پھر طواف میں مشغول ہو جائے تو سمجھ لو کہ یہ رضامندی کی علامت ہے اور اگر ہماری طرف متوجہ نہیں ہوا اور طواف گاہ کی طرف گیا تو جان لو کہ اپنے بھتیجے کی طرف سے غصہ میں آیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا مرحبا کہنا ان دنوں صبح کی سلام ہوتی تھی۔ جب ان مشرکوں نے حضرت حمزہؓ کو انکی طرف توجہ کرتے ہوئے پایا حتیٰ کہ حضرت حمزہؓ نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ تو اس کے بعد حضرت حمزہؓ نے ان پر حملہ کیا اور کہا اے گروہ قریش! تم میں سے کس نے میرے برادر زادے پر یہ ظلم و جور کیا ہے اور کس نے اس پر جور و ستم کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ابوجہل نے جواب دینے میں پہل کی اور کہا میں نے اے ابوالعمارہ آپ کے برادر زادے کے ایذا و ایلام میں کوشش کی۔ حمزہؓ نے کہا اے مخلوق میں سب سے زیادہ بدتر وجہ کیا تھی؟ کہ اس فرزند ارجمند کو یہ تکلیف پہنچائی قسم ہے مجھے لات و عزا کی اگر میں حاضر ہوتا تو تمہارے سروں کو اپنی برہنہ تلوار سے جسم سے الگ کرتا۔ یہ کہتے ہوئے حمزہؓ اپنے گھوڑے سے نیچے اترے اور اپنی کمان ابوجہل کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس کا سر سات جگہوں پر پھٹ گیا اور وہ ظالم شرمندگی سے کہ رہا تھا زرو ایا ابا عمارۃ فانی شتمت ابن اخیہ ، چھوڑو ابوعمارہ کو بیشک میں نے ہی اس کے برادر زادے کو گالیاں دی ہیں تا کہ اس کا بدلہ مجھ سے لے لے۔ اس کے بعد حمزہؓ پیغمبر انامﷺ کو ڈھونڈنے کے لئے مسجد حرام میں آئے۔ حمزہؓ نے دیکھا کہ آنحضرتﷺ ایک کونے میں کعبہ کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ حمزہؓ آنحضرتﷺ کے نزدیک آئے اور کہا اسلام علیکم یا ابن اخیہ ۔ اے بھتیجے اسلام علیکم۔ آنحضرتﷺ نے کوئی توجہ نہیں کی۔ حضرت حمزہؓ نے دوبارہ کیا اسلام علیکم یا ابن اخی۔ آنحضرتﷺ متوجہ ہوئے اور موتی جیسے آنسوں کی لڑی پلکوں کی سیپوں سے اکھٹے نیچے گرِ پڑی اور

فرمایا افسوس ایسے بیکس پر جس کو نہ چچا ہے، نہ باپ، جس کو نہ ماں ہے نہ کوئی بھائی، نہ کوئی مددگار ناصر و نہ کارگذار، نہ وزیر نہ کوئی غمگسار، نہ کوئی محرم اور نہ کوئی صاحب اسرار نہ ہمدم ؎

آہ کہ اندر زمانہ محرم نیست ☆ ہیچکس راز حال من غم نیست
باید ساخت با جراحت دل ☆ از کسم چوں امید مرہم نیست
دم نیارم زدن زسوزِ دروں ☆ کہ کسم غمگسار و ہمدم نیست
قصۂ غصۂ کہ من دارم ☆ باکہ گویم کہ ہیچ محرم نیست

(ترجمہ) ہائے افسوس کہ زمانہ میں میرا کوئی محرم راز نہیں ہے کسی کو میرے حال سے متعلق غم نہیں ہے۔ دل کے زخموں کے ساتھ اسی طرح نباہ کرنا چاہئے۔ کسی سے کیا پوچھا جائے جب کہ کسی سے زخموں کو مرحم کرنے کی امید نہیں ہے۔ اندرونی کیفیات کے متعلق کچھ بھی اظہار نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ کوئی غمگسار اور ہمدرد نہیں ہے۔ اپنے غم کی کہانی جس کو میں اپنے اندر لئے ہوئے ہوں۔ کس سے کہوں کیونکہ میرا کوئی محرمِ راز نہیں ہے۔

حضرت حمزہؓ نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر میں آپکی مدد کے لئے آیا ہوں۔ آنحضرتﷺ نے فرمایا۔ قسم ہے مجھے اُس خدا کی جس نے مجھے لوگوں کی طرف بھیجا ہے۔ اگر تو اے چچا دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرے گا۔ اور اپنی تیز تلوار سے ان کو خاک میں ملائے گا حتیٰ کہ ان بیوقوفوں کے اعضاء خون سے لت پت ہو کر مٹی میں مل جائیں تجھے حق تعالیٰ کی درگاہ سے بجز دوری کے کچھ حاصل نہیں ہو جائے گا اور خدائے پاک کی بارگاہ میں کچھ نزدیکی حاصل نہیں ہو جائے گی جب تک نہ کلمۂ شہادت پڑھو گے اور میری نبوت اور رسالت کی تصدیق نہ کرو گے۔ حمزہؓ نے کہا اے بیٹے میں نے تیری خاطر ابوجہل لعین کے سر کو پھاڑا اور ظالموں کے ہاتھوں کو آپ کی طرف بڑھنے سے روکا۔ آنحضرتﷺ نے فرمایا۔ اے چچا! اگر آپ لباس ایمان زیب تن فرماتے تو میں ان لوگوں سے انتقام لینے سے زیادہ خوش، مسرور اور شادمان ہو جاتا اور زیادہ فرحت محسوس کرتا۔ حمزہؓ نے کہا کہ میں نے قریش سے سنا ہے کہ تمھارے پاس ایک ایسا کلام ہے جس میں انتہائی حلاوت ہے اور اس سے آپ لوگوں کو مسحور کرتے ہیں وہ کلام تم نے کس سے سیکھا ہے۔ آنحضرتﷺ نے فرمایا وہ کلام میرے پروردگار جل جلالہٗ کا ہے۔ حمزہؓ نے کہا اس میں سے کچھ میرے لئے پڑھئے۔ آنحضرتﷺ نے سورہ مومن کی تلاوت شروع

کی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ حٰم ہ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم ہ غافر الذنب و قابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الٰہ الا ھو الیہ المصیر ہ

(ترجمہ) حٰم (اسکے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ گناہ کا بخشنے والا ہے۔ اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اسی کے پاس سب کو جانا ہے۔ (بیان القرآن)

حمزہؓ نے کہا یا محمد ﷺ اس کلام سے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ تمہارا خدا گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ حضرت حمزہؓ نے کہا کہ اس کلام میں سے کچھ اور میرے لئے تلاوت فرمائے۔ آنحضرت ﷺ نے سورہ طٰہٰ کی تلاوت شروع کی۔ جب آنحضرت ﷺ اس آیت پر پہنچے **لہٗ ما فی السمٰوات و ما فی الرض وما بینھما و ما تحت الثریٰ ہ**

(ترجمہ) اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے اور جو کچھ تحت الثریٰ میں ہے۔

تو حمزہؓ نے کہا کہ مکہ میں ہمارے ڈیڑھ ہزار بت ہیں۔ ۳۶۰ کعبہ میں اور باقی مکہ میں۔ کیا ان تمام بتوں کی حکومت زمین و آسمانوں میں بالشت بھر بھی نہیں ہے۔ یہ آپ کیا کہتے ہیں کہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب میرے خدا کا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ نہ صرف یہ زمین و آسمان بلکہ اس کے علاوہ بھی جو کچھ ہے وہ بھی اسی خدا کا ہے۔ اس گفتگو کے بعد حمزہؓ نے کہا کہ آج رات میں سوچ بچار کروں گا اور کل آپ ﷺ پر ایمان لاؤں گا اتنی سی بات کہی اور آنحضرت ﷺ کے پاس سے اٹھ کر واپس آ گئے۔

دریں اثنا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے پاس چار فرشتے آپ ﷺ کی تسلی کے لئے بھیجے۔ ان میں سے ایک پہاڑوں کا فرشتہ تھا۔ دوسرا سمندرروں کا فرشتہ۔ تیسرا سورج کا اور چوتھا چاند کا۔ خدائے بزرگ و برتر نے ان فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی تابعداری کریں اور جو کچھ آپ فرمائیں اس کو بجالائیں جب یہ فرشتے آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ ﷺ نے اُن سے حالات پوچھنے شروع کئے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نے ایک فرشتہ سے پوچھا کہ تو ملائکہ کی کس جماعت سے تعلق رکھتا ہے اور تمھاری طاقت کتنی ہے۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول ﷺ میں ایک فرشتہ ہوں جو

دریاؤں پر مامور ہے۔ اگر آپ ﷺ فرمائیں گے تو میں دریاؤں کو حکم کروں تا کہ اپنا سب پانی باہر پھینکیں۔ اور حضرت نوحؑ کے طوفان کی طرح روئے زمین پر بسنے والے تمام جاندار غرق ہو جائیں اور آپ ﷺ اس باغی اور سرکش قوم سے نجات پائیں۔ حضور ﷺ فرمایا (**لا حول و لاقوۃ اِلّا باللہ العلی العظیم**)۔ اس کے بعد دوسرے فرشتے سے پوچھا کہ تو کون فرشتہ ہے اور تمھاری طاقت کتنی ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ میں ہوا کا فرشتہ ہوں اگر آپ حکم دیں گے تو میں مکہ پر ایسی تیز ہو چلا دوں کہ مکہ میں رہنے والوں کو قوم عاد کی طرح ہوا سے ختم کروں اور آپ ﷺ اس بد بخت قوم سے خلاصی پائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا (**لاحول و لاقوۃ الا باللہ العظیم**)۔ پھر تیسرے فرشتے پوچھا کہ تو کون فرشتہ ہے اور تمھاری طاقت کتنی ہے۔ اُس عرض کیا یا رسول ﷺ میں آفتاب کا موکل ہوں۔ اگر آپ ﷺ چاہیں تو میں آفتاب کو کوہ احد کے اوپر کھڑا کروں تا کہ اس قوم کے متکبر سر اُبلنے لگیں اور ہلاک ہو جائیں اور آپ ﷺ اُن کے شر سے نجات پاویں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (**لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**)۔ اس کے بعد چوتھے فرشتے سے پوچھا کہ تو کون ہے اور تمھاری طاقت کتنی ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اگر آپ ﷺ حکم دیں تو میں کوہ ابو قیس ہوا میں اٹھا کر مکہ کے لوگوں پر گرا آؤں تا کہ سبھوں کو خاک میں ملا دے اور آپ ﷺ کو ان کے شر چھٹکارا دلاؤں۔ آنحضرت ﷺ فرمایا (**لا حولا و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**)۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے سب فرشتوں سے پوچھا اے فرشتو کیا پروردگار نے آپ کو میری اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے سبھوں عرض کیا۔ ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں دعا کرتا ہوں اور آپ آمین کہیں۔ انھوں نے عرض یا رسول ﷺ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ آنحضرت ﷺ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور یوں دعا مانگنی شروع کی۔ اے اللہ ہم سے تمام قسم کے عذاب اور مصیبتیں ہٹا۔ میری قوم کو سیدھا راستہ دکھا۔ ان کی اصلاح فرما۔ کیونکہ اے اللہ یہ قوم میری رسالت کو نہیں جانتی اور میرے حقوق کو نہیں پہچانتی۔ ملائکہ ان باتوں پر آمین کہتے جا رہے تھے۔ دُعا سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ کو آفرین کہا۔ اور عرض کیا: یا رسول ﷺ خدائے تعالیٰ آپ کو اس بزرگی اور شفقت کا نیک معاوضہ عطا فرمائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جن پیغمبروں کے پاس اضطرار کے وقت بھیجا اُن سب پیغمبروں نے اپنی قوم پر دُعائے بد کی اور انکے لئے عذاب کی درخواست کی۔ لیکن آپ ﷺ نے قوم کی اصلاح

اور ھدایت کے لئے دُعا مانگی اور اُن کی نجات کی خواستگاری کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ملائکہ مجھے میرے پروردگار نے اس لئے بھیجا ہے تا کہ تمام جہانوں کے لئے رحمت بنوں نہ اس لئے کہ لوگوں کے عذاب کا سبب بنوں۔اس کے بعد ملائکہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس چلے گئے۔

ادھر آنحضرت ﷺ کے دل مبارک میں حضرت حمزہؓ کے ایمان کی فکر تھی۔تمام رات دُعا میں گذاری اور یہ دُعا مانگتے رہے (**اللھم اقر عینی باسلام حمزہ**) اے اللہ میری آنکھوں کو میرے چچا حمزہ کے ایمان لانے سے ٹھنڈک فرما۔حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ اس رات چالیس مرتبہ حمزہؓ آنحضرت ﷺ کے حجرہ مبارک تک تشریف لائے تھے اور اپنی محبت اور شوق کا اظہار فرما رہے تھے ۔جب صبح نمودار ہوئی۔حمزہؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔جب آنحضرت ﷺ کی نظر حمزہؓ پر پڑی۔فرمایا اے چچا میرے اور آپکے درمیان گذشتہ روز اسلام قبول کرنے کے متعلق وعدہ ہوا ہے۔کہ آپ آج اسلام قبول کریں گے۔وعدہ وفائی فرمائیے۔حمزہؓ نے کہا ایسا ہی کروں گا لیکن میرے لئے اس کلام میں سے جو آپ نے کل پڑھا تھا کچھ پڑھئے۔آنحضرت ﷺ نے سورہ رحمان کی تلاوت شروع کی۔**بسم اللہ الرحمان الرحیم** ۵ الرحمٰن ۵ علم القران ۵ خلق الانسان ۵ علمہ البیان ۵ الشمس والقمر بحسبان ۵ والنجم والشجر یسجدان ۵ جب آنحضرت ﷺ تلاوت کرتے کرتے یہاں تک پہنچے تو حمزہؓ نے کہا "یا ابن اخی حسبی" اے میرے بھانجے بس ہے مجھ کو اور کافی ہے۔میری عقل مجھے اس بات پر مجبور کر رہی ہے کہ ستاروں، درختوں اور مخلوق کو سجدہ نہیں کرنا چاہئے اشھدان لاالٰہ الا اللہ و انک عبدہ و رسولہ ۔اس کے بعد حمزہؓ اہل اسلام کے زمرہ میں شامل ہو گئے اور دین اسلام حمزہ بن عبدالمطلبؓ کی وجہ سے غالب ہو گیا۔قریش شکستہ دل ہو گئے۔

مستقسی کی روایت میں یوں ہے کہ قبل اس کے کہ حمزہ قریش سے ملاقات کرتے پہلے آنحضرت ﷺ کی خاطر جوئی کے لئے دوڑے اور اسلام کی دولت اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کی دولت سے مشرف ہوئے اور پھر ان کا انتقام لینے گئے اور ابوجہل لعین کو سات جگہ زخمی کیا حتیٰ کی اس کو خون جاری ہو گیا۔اس مجلس میں سے ایک شخص اٹھا اور کہا اے ابا عمارہ اتنی جلد آپ اس قدر غضب آلودہ ہو گئے۔تھوڑی دیر کے لئے صبر کرتا کہ پھر پچھتانا نہ پڑے۔حمزہؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے۔میں اب اس مذہب اسلام سے باز

نہیں آؤں گا اور اگر تم سے ہو سکے تو تم اپنے مذہب سے پھر جاؤ۔کافران باتوں سے انتہائی ملول ہو گئے اور حمزہؓ کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے سے باز آ گئے۔اس سے قبل یہ حالت تھی کہ مسلمانوں کو ان کافروں کے ہاتھوں سے بہت تکلیفیں پہنچتی تھی اور مسلمانوں کو ان کافروں سے مقابلہ اور مجادلہ کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

حیات الصحابہ میں طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ابوجہل صفا پہاڑی پر آنحضرت ﷺ کے آڑے آیا اور آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائی۔حضرت حمزہؓ بڑے شکاری تھے اور اس روز شکار میں گئے ہوئے تھے جب یہ لوٹ کر آئے تو ان کی بیوی نے کہا جو کھڑی ہوئی ابوجہل کے کرتوتوں کو دیکھ رہی تھی ۔کہ اے ابوعمارہ! اگر تم دیکھتے کہ ابوجہل نے تمھارے بھتیجے کے ساتھ کیا کیا ہے؟ (تو جانے کیا کرتے) حضرت حمزہؓ کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا اور گھر میں گھسنے سے پہلے ہی کمان لٹکائے ہوئے اس طرح چل دئے اور مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ابوجہل کو قریش کی مجلس میں بیٹھا ہوا پایا بلا کچھ کہنے سننے کے اس کے سر پر اپنی کمان ماری اور اس کا سر پھوڑ دیا۔بیچ بچاؤ کے لئے قریش کے کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور حضرت حمزہؓ کو ابوجہل پر سے روکا، حضرت حمزہؓ نے کہا، میرا دین محمد ﷺ کا دین ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک وہ اللہ کے رسول ہیں، اور خدا کی قسم میں اب اس بات سے نہیں پھروں گا اگر تم سچے ہو تو مجھ کو روک تو لو؟ جب حضرت حمزہ اسلام لے آئے تو حضور ﷺ اور مسلمانوں کے عزت کو چار چاند لگ گئے، قریش ڈرنے لگے اور انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ حضرت حمزہؓ ضرور آپ ﷺ کی حفاظت کریں گے۔

حیات الصحابہ میں کعب قرظی کی روایت کا حوالہ دیتے ہوئے اس طرح لکھا گیا ہے کہ حضرت حمزہؓ اپنی تیر اندازی سے ایک دن واپس آ رہے تھے، ان سے ایک عورت ملی، اور کہا اے ابوعمارہ آج تو تمہارے بھتیجے نے ابوجہل بن ہشام سے بڑی تکلیف اُٹھائی، ابوجہل نے اس کو گالیاں اور بڑی لے دے کی اور ایسا ایسا کیا۔حضرت حمزہؓ نے کہا کہ کیا کسی اور نے بھی دیکھا، اس عورت نے کہا، ہاں اللہ کی قسم بہت سے لوگوں نے دیکھا، یہ ابوجہل کی تلاش میں نکلے۔صفا اور مروہ کے قریب اس مجلس میں پہنچ گئے، جہاں کفار قریش بیٹھے ہوئے تھے اور ابوجہل وہاں موجود تھا اور کمان پر ٹیک لگا کر کہا کہ میں نے ایسی تیر اندازی کی اور ایسا ایسا کیا۔پھر دونوں ہاتھوں سے کمان پکڑی اور ابوجہل کے دونوں کاندھوں کے بیچ میں یعنی کھوپڑی پر اس زور سے ماری کہ کمان کے تسمہ والے چھلے ٹوٹ گئے اس کے

بعد کہا یہ تو کمان کی مار تھی اور دوسری تلوار سے ہوگی، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔اور وہ اللہ کے پاس سے حق بات لائے ہیں۔قریش نے کہا،اے ابوعمارہ اس نے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا ہے اگر تم ایسا کہتے تو ہم تمھاری بات بھی نہ مانتے حالانکہ تم اس سے افضل ہو،اور اے ابوعمارہ! تم بھی ایمان لے آئے؟ **تم تو ایسے نادان نہ تھے۔**

ہجرت

مولانا معین الدین صاحب ندوی مرحوم لکھتے ہیں کہ بعثت کے تیرہویں سال تمام صحابہ کرام کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے،اس کے علاوہ حضرت حمزہؓ کی ہجرت کے متعلق تفصیلی واقعات اس ناکارہ کی نظر سے نہیں گزرے۔بحر حال اتنا تو حضرت حمزہؓ کے دیگر واقعات پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی ہجرت کی کیونکہ اول سریہ جس کو آنحضرت ﷺ نے دشمنوں کے خلاف روانہ کیا وہ حمزہؓ کی قیادت میں روانہ کیا گیا تھا۔اس کے بعد حضرت حمزہؓ نے جنگ بدر میں شرکت کی پھر جنگ اُحد میں شرکت کر کے شہادت نوش کی۔ظاہر ہے کہ یہ سب کاروائیاں جو ہوئیں مدینہ سے ہوئیں ان میں حضرت حمزہؓ کی دلیرانہ شرکت ظاہر کر رہی ہے کہ انہوں نے بھی دیگر مہاجرین کے ساتھ مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔حضرت حمزہؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بے پناہ محبت اور عقیدت رکھتے تھے وہ کب برداشت کر سکتے تھے کہ اپنے اس محبوب آقا ﷺ سے جدا رہیں۔دیگر مکہ کے مشرکوں اور کافروں نے بھی مکہ میں مسلمانوں کے لئے رہنا قریب قریب ناممکن بنا دیا تھا۔ان حالات میں ایک تو حمزہؓ کا مکہ میں رہنا مشکل تھا اور دوم وہ وہاں پر اسلام کی کوئی خدمت بھی انجام نہیں دے سکتے تھے کیوں کہ ہر قسم کی اسلامی نقل وحرکت پر نہ صرف پابندی تھی بلکہ ایسا کرنے والوں کو دردناک عذاب دی جاتی تھی۔حمزہؓ نے ہر چیز کو آنحضرت ﷺ پر قربان کیا۔آپ آنحضرت ﷺ کے شفیق چچا تھے ایسے شفیق چچا جنہوں نے اپنی زندگی بھی آپ ﷺ کے دین کے لئے قربان کی اور ایسی قربانی پیش کی جس کی یاد قیامت تک دلوں کو تڑپا اور گرما دینے والی ہے۔آگے چل کر معلوم ہو جائے گا کہ جنگ بدر میں حمزہؓ کس طرح بہادری سے لڑے اور پھر جنگ اُحد میں کس طرح اپنی زندگی دین حق کے لئے قربان کی۔جنگ احد تک تو مسلمان سخت تکلیفیں برداشت کرتے رہے اس کے بعد رفتہ رفتہ مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اضافہ ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ مسلمان فاتحانہ انداز سے مکہ میں داخل ہو گئے۔اور اس کے بعد فتوحات کا دروازہ

کھلتا ہی چلا گیا لیکن حمزہؓ نے ان فتوحات سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا اور اس وقت حق کی رضا کے لئے جان جان آفرین کے سپرد کی جس وقت مسلمانوں پر ہر چہار طرف سے یلغار ہو رہی تھی اور بقول حضرت خباب بن الارتؓ بعض لوگ ہم میں سے ایسے ہیں جو دنیا سے گذر گئے اور دنیاوی اجر میں سے وہ کچھ نہ پا سکے یعنی مال غنیمت وغیرہ۔بے شک حضرت حمزہؓ بھی ان ہی اصحاب میں شامل ہیں۔

سریہ اول میں حمزہؓ کی شرکت

اوّل سریہ جس کو آنحضرت ﷺ نے (دشمنوں کے خلاف روانہ کیا) سریہ حمزہ عبدالمطلبؓ تھا آحضرت ﷺ نے حضرت حمزہ کی قیادت میں تیس مہاجر آدمیوں کو قریش کے اُس قافلہ کے خلاف بھیجا جو شام سے لوٹ کر مکہ کی طرف جانے والا تھا۔حضرت حمزہؓ کو آنحضرت ﷺ نے امیر لشکر مقرر کیا اور ایک سفید جھنڈا ان کے لئے بنایا۔ابومرثد غنوی اس لشکر کا عملدار بنا۔حضرات اہل سیر کا کہنا ہے کہ پہلی عَلَم جو اسلام میں اُٹھائی گئی حضرت حمزہؓ کی عَلَم تھی۔مسلمان سیف البحر کی جانب جو جہینہ کے علاقہ میں ہے دریا کے کنارے کے نزدیک ہی کفار کے لشکر کے پاس پہنچے۔کافر تقریباً تین سو آدمی تھے۔ابو جہل خود بھی اس لشکر میں تھا۔جب دونوں لشکر آملے تو دونوں طرف جنگی باجے بجنے لگے لیکن مجد بن عمرو جہنی جو فریقین کے درمیان حلیف تھا درمیان میں آ گیا۔اُس نے جنگ کے آگ کو بھڑکنے نہ دیا اور اس نے مصالحت کی تجویز پیش کی۔ابوجہل اہل مکہ کے ساتھ مکہ گیا۔اور حمزہؓ اپنی جماعت کے ساتھ مدینہ واپس لوٹا۔حمزہؓ نے آنجضرت کو مجد کی مصالحتی تجویز سے آگاہ کیا۔آنحضرت ﷺ نے کلمات خیر سے یاد کیا اور مجد کو ہدیہ بھیجا۔

[۱] سریہ کا لفظی معنی لشکر ہے جو پانچ آدمیوں سے زیادہ چار سو تک ہو اور اہل حدیث کی اصطلاح میں وہ لشکر جس میں حضرت رسالت پناہ ﷺ خود بذات مقدس موجود نہ ہوں اور کسی صحابی کی ماتحتی میں روانہ کریں۔

جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ کا کردار

جمہور اہل سیر کہتے ہیں کہ مشرکوں میں سب سے پہلے جس نے میدان جنگ میں قدم رکھا اور لڑنے کی جگہ آگے بڑھا عتبہ بن ربیعہ تھا۔اس کے ساتھ اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید تھا۔واقعہ یہ تھا کہ عتبہ ابوجہل کی سرزنش (ڈانٹ) سے متاثر ہوا تھا۔کیونکہ ابوجہل عتبہ کو نامردی اور بزدلی کے ساتھ

منسوب کرتا تھا۔لڑائی میں مشغول ہوگیا۔زرہ پہن لی اور ہر طرف تلاش میں تھا تا کہ چست و چوبند رہے۔زرہ اس کے سر پر راست نہیں آئی کیونکہ اس کا سر بڑا تھا۔اس وجہ سے عمامہ پر ہی اکتفا کیا اور ننگے پاؤں اپنے بھائی اور بیٹے کے ساتھ لڑائی کی طرف بڑھا۔ ہر چند حکم بن حزام نے نصیحت کی لیکن کارگر ثابت نہ ہوئی۔دریں اثنا عتبہ کی نظر ابو جہل پر پڑی جو گھوڑے پر سوار میدان کارزار میں صف میں کھڑا تھا۔اُلٹے پاؤں آکر تلوار سے ابو جہل کے گھوڑے کی ٹانگوں کو کاٹ ڈالا اور زخمی کیا تا کہ قابل رفتار نہ رہے پھر کہا کہ آج سواری کا دن نہیں ہے کیونکہ قوم کے بہت سے بزرگ ننگے پاؤں ہیں ابو جہل گھوڑے کی پیٹھ سے زمین پر گرا۔اس کے بعد عتبہ، شیبہ اور ولید میدان میں آے اور لڑنے کے لئے لشکر اسلام سے تین آدمی طلب کئے۔انصار کے تین جوان معاذ ، معوذ اور عوف جو حارث کے بیٹے تھے میدان میں آئے۔ایک روایت کے مطابق بجائے معاذ کے عبداللہ بن رواحہ آیا ہے۔ان سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو۔انہوں نے جواب دیا کہ ہم انصار ہیں۔کافروں نے کہا ہمیں آپ لوگوں سے کوئی غرض نہیں۔ہم اپنے چچازاد بھائیوں کو چاہتے ہیں۔ان میں سے ایک نے آواز دی اے محمد ﷺ ہمارے ہم پلوں کو ہمارے مقابلہ میں آگے بھیجئے۔آنحضرت ﷺ نے حمزہ، علی اور عبیدہ بن الحارثؓ کو اشارہ کیا کہ میدان میں آجائیں۔کفار نے پوچھا کہ تم کون ہو۔انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔پوچھا کہ تم کن کے رشتہ دار ہو۔پس عبیدہ جو بوڑھا تھا (اور اس کی عمر اس وقت اسی سال سے بھی علاوہ تھی) عتبہ کی طرف متوجہ ہوا اور حمزہ شیبہ کی طرف اور علی ولید کی طرف متوجہ ہوئے۔حضرت علیؓ نے پہلے وار ہی میں ولید پلید کو جہنم رسید کیا اور حمزہؓ نے شیبہ کو۔لیکن عبیدہؓ عتبہ کے ہاتھوں زخمی ہوا۔اس سلسلے میں متضاد روایتیں چلی آرہی ہیں۔ایک روایت یہ کہ حمزہؓ عتبہ کی طرف متوجہ ہوئے علی شیبہ کی طرف اور عبیدہ ولید کی طرف متوجہ ہوئے حمزہ اور علی نے اپنے دشمنوں کو مار ڈالا اور عبیدہ نے اپنے مد مقابل سے زبردست چوٹ کھائی۔چنانچہ اس کی پنڈلی کٹ گئی۔میدان میں گر پڑا۔علی اور حمزہؓ عبیدہ کی مدد کو آئے اور اس کے دشمن کو قتل کیا۔عبیدہ کو لڑائی کی جگہ سے اُٹھا کر آنحضرت ﷺ کے پاس لائے۔عبیدہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں شہید ہوں۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں اور تو نیک بختوں کے سرفہرست ہے۔جنگ ختم ہونے کے بعد واپسی پر وادی صفرا یا روخا میں انتقال کر کے داخل جنت ہوئے اور اسی جگہ دفن کئے گئے یہ روایت باعتبار سند پایہ ثبوت کو پہنچی کہ: **ھذان خصمان اختصموا فی ربھم** ا ن چھ آدمیوں کی شان میں

نازل ہوئی ہے۔سورہ الحج آیت نمبر ۱۹ مشکوٰۃ شریف میں یہ واقعہ یوں آیا ہے:

وعن علی قال لما کان یوم بدر تقدم عتبة بن ربیعة وتبعه ابنه واخوة فنادیٰ من یبارز فانتدب له من شاب الانصار فقال لا حاجةلنا فیکم انما اردنا بنی عمنا فقال رسول الله ﷺ قم یا حمزه قم یا علی قم یاعبیدة بن الحارث فاقبل حمزة الیٰ عتبة و اقبلت الیٰ شیبة و اختلف بین عبیدة و الولید ضربتان فاثخن کل واحدٍ منهما صاحبهٗ ثم ملنا علی الولید فقتلنا هُ واحتملنا عبیدة (رواه احمد و ابوداؤد)

حضرت علی کہتے ہیں کہ بدر کی لڑائی کے دن کفار کے لشکر میں سے عتبہ بن ربیعہ آگے بڑھا اور اس کے پیچھے اس کا بیٹا ولید اور بھائی شیبہ آئے اور پکارے کون ہے جو ہم سے لڑنے کے لئے میدان میں آئے۔لشکر اسلام میں سے کئی انصاری جوان مقابلہ میں آئے ، عتبہ نے پوچھا تم کون ہو۔انہوں نے بتایا ہم انصاری ہیں۔عتبہ نے کہا تم سے لڑنے کی ہم کو ضرورت نہیں ہے ہم تو اپنے چچا کے بیٹوں سے لڑنا چاہتے ہیں (یعنی قریش اور مہاجرین سے) رسول اللہ ﷺ نے عتبہ کے ان الفاظ کو سن کر فرمایا ، حمزہ کھڑے ہو جاؤ، علی کھڑے ہو جاؤ ، عبیدہ بن حارث کھڑے ہو جاؤ۔چنانچہ حمزہ عتبہ کے مقابلے پر آگئے (اور اس کو مار ڈالا) اور میں (یعنی علی) شیبہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس کو مار ڈالا اور عبیدہ ولید کے درمیاں دو سخت مقابلہ ہوئے اور ایک دوسرے کو سخت زخمی کر دیا۔پھر ہم نے ولید پر حملہ کیا اور اس کو مار ڈالا اور عبیدہ کو ہم میدان سے اٹھا لائے۔(احمد، ابوداؤد)

حیاتِ صحابہ میں یہ واقعہ یوں لکھا گیا ہے کہ حضرت محمد بن علی بن حسیّن بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ولید بن عتبہ نے صف سے نکل کر اپنے مقابلہ کے لئے نکلنے کو کہا ، ولید بن عتبہ کے مقابلہ کے لئے حضرت علیؓ کھڑے ہوئے ، ولید اور علیؓ قریب قریب ہم عمر اور دونوں نو جوان تھے۔حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے اُسے حرکت دی اور اُس کے پیٹ کو زمین پر لگا دیا ، اس کے بعد شیبہ بن ربیعہ میدان میں آیا۔اس کے مقابلہ کے لئے حضرت عبیدہ بن الحارثؓ نکلے۔یہ دونوں دو ستونوں کی طرح برابر کے تھے ان دونوں میں تلواریں چلیں۔حضرت عبیدہؓ نے اس پر ایک ایسا وار کیا کہ اس کا بایاں کنداں ڈھیلا پڑھ گیا۔یہ دیکھ کر عتبہ حضرت عبیدہؓ کے پیر کی طرف لپکا اور تلور مار کر ان کی پنڈلی کاٹ دی۔حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ اپنے مقتولوں سے لوٹ کر عتبہ کی طرف لپکے اور اس کا کام تمام کیا ، اور حضرت عبیدہؓ کو

حضور ﷺ کے پاس جھونپڑی میں لائے اور آپ ﷺ کے پاس داخل کر دیا۔حضور ﷺ نے انہیں لٹایا اوران کے پیر کو باندھا اوران کے چہرے سے غبار صاف کیا،حضرت عبیدہؓ نے فرمایا خدا کی قسم یا رسول ﷺ !اگر آپ کو ابو طالب دیکھتا تو البتہ وہ جان لیتا کہ میں اس کی بہ نسبت اس کے اس قول کا زیادہ مستحق ہوں جو اس نے کہا ہے:

ونسلمه حتی نصرع حوله☆ و نذهل عن ابنا ئنا والحلائل

ترجمہ: اور ہم اس کو محفوظ رکھتے ہیں یہاں تک کہ ہم اس کے اردگرد پچھاڑے جاتے ہیں اور ہم اپنے بیٹے اور بیویوں سے بھی (اس حفاظت کے معاملہ میں) غافل رہتے ہیں یا رسول ﷺ ! کیا میں شہید نہیں ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بیشک تم شہید ہو اور میں تمہاری شہادت پر گواہ ہوں،اس کے بعد ان کی وفات ہوگئی ان کو حضور ﷺ نے وادی صفرا میں دفن فرمایا،اور آپ ﷺ خود قبر میں اترے ان کے علاوہ آپ ﷺ کسی کی قبر میں نہیں اترے۔

زہری کی روایت میں ہے کہ عتبہ اور عبیدہؓ میں تلواریں چلیں ہر ایک نے ان میں سے اپنے مقابل کو کمزور کر دیا۔حضرت حمزہؓ اور علیؓ نے اب دوبارہ عتبہ پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا اور یہ دونوں حضرات حضرت عبیدہؓ کو اُٹھا کو حضور ﷺ کی خدمت میں لائے،ان کا پیر کٹ گیا تھا اور پیر کا گودا بہہ رہا تھا جب یہ حضرات حضرت عبیدہؓ کو حضور ﷺ کے پاس لائے۔حضرت عبیدہؓ نے عرض کیا یا رسول ﷺ ! کیا میں شہید نہیں ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بیشک تم شہید ہو عبیدہؓ نے کہا! اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ میں ان کے اس قول کا ان سے زیادہ مستحق ہوں۔

ونسلمه حتی نصرع حوله☆ و نذهل عن ابنا ئنا والحلائل

کتاب مسمیٰ بہ محمد عربی ﷺ میں یہ واقعہ یوں آیا ہے کہ لڑائی اس طرح شروع ہوئی کہ ابوجہل نے عامر بن حضرمی کو (جس سے اپنے بھائی کے خون کا دعوی تھا) للکارا۔کہا خون کا بدلہ سامنے ہے۔کھڑے ہو کر قوم سے دہائی دو۔عامر عرب کے دستور کے مطابق ننگا ہوگیا۔اور پکارا: وَاعَمْرَاہ‘ !ہائے عمرو،ہائے عمرو!اس سے تمام فوج میں آگ لگ گئی اور جنگ شروع ہوگئی۔سب سے پہلے عامر بن حضرمی آگے بڑھا۔مقابلہ میں حضرت عمرؓ کے غلام مہجعؓ سامنے آئے۔عامر بن حضرمی نے بڑھ کر انہیں قتل کر دیا۔اس طرح غزوۂ بدر میں سب سے پہلے مہجعؓ کو شہادت ہوئی۔

اس کے بعد عتبہ سینہ تان کر لشکر سے باہر آیا۔یہی لشکر کا سردار بھی تھا۔ساتھ میں اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید بھی آگے بڑھے۔ادھر سے مقابلہ میں تین انصاری جوان نکلے۔پیارے نبی ﷺ کو دیکھ کر شرم آئی۔آپ ﷺ نے سوچا۔یہ کفر و اسلام کی پہلی جنگ ہے اس جنگ میں پہلے انصار جان کی بازی لگائیں۔یہ مناسب نہیں۔پہلے مہاجرین کو ہتھیلی پر جان رکھ کر آگے بڑھنا چاہئے اس لئے کہ وہ اپنی قوم اور رشتہ کے لوگ ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: بنی ہاشم! یہ لوگ باطل کے نام پر اکھٹے ہوئے ہیں ۔یہ لوگ حق کے نور کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔اُٹھو،اور اس حق کے نام پر جان دو۔جسے تمہارا نبی لیکر آیا ہے۔

یہ سن کر علیؓ حمزہؓ اور عبیدہؓ میدان میں آئے۔عتبہ نے اپنے بیٹے سے کہا: ولید آگے بڑھو ۔ولید مقابلہ میں آیا۔حضرت علیؓ نے بڑھ کر اُسے قتل کر دیا۔پھر عتبہ خود بڑھا حضرت حمزہؓ نے بڑھ کر اُسے قتل کر دیا۔پھر شیبہ آگے بڑھا۔مقابلہ میں حضرت عبیدہؓ آئے شیبہ نے انہیں زخمی کر دیا۔ان کی پنڈلی کٹ کر الگ ہوگئی۔حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے یہ حال دیکھا تو فوراً آگے بڑھے اور شیبہ کو ٹھنڈا کر دیا۔پھر حضرت عبیدہؓ کو کندھے پر اُٹھا کر پیارے نبی ﷺ کی خدمت میں لائے۔کچھ دنوں میں حضرت عبیدہؓ اللہ کو پیارے ہوگئے اب عام حملہ شروع ہوگیا۔پیارے نبی ﷺ نے ساتھیوں کو للکارا ۔بڑھو جنت کی طرف جس کی کشادگی زمین و آسمان کے برابر ہے۔

ابھی جنگ جاری ہی تھی عبد الاسود کے بیٹے اسود نے کہا۔یہ قبیلہ مخزوم کا آدمی تھا: خدا کی قسم میں تو مسلمانوں کے حوض کا پانی پیوں گا یا اس سے بیکار کر دوں گا۔ورنہ مجھ پر جینا حرام۔وہ تیزی سے لپکا۔اور حوض کے قریب آگیا۔حضرت حمزہؓ پاس ہی تھے۔بجلی کی طرح جھپٹے اور تلوار کا وار کیا۔وار سخت تھا۔ایک پیر کٹ کر الگ ہوگیا۔اب وہ گھسٹ کر حوض میں جا پڑا۔دوسرے پیر سے اس کو توڑ بھی دیا اور اسکا پانی بھی پیا۔حمزہؓ پھر لپکے۔بڑھ کر ایک اور وار کیا اب وہ بلکل ٹھنڈا ہو چکا تھا

حیات الصحابہ میں شجاعتِ حضرت حمزہؓ کے متعلق لکھا گیا ہے کہ حضرت حارث تیمیؓ کہتے ہیں کہ حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ یوم بدر میں شتر مرغ کے پَر کا جھنڈا لئے ہوئے تھے۔مشرکین میں سے ایک آدمی نے کہا یہ کون آدمی ہے؟ جو شتر مرغ کے پر کا جھنڈا لئے ہوئے ہے۔کہا گیا کہ یہ حمزہ بن عبد المطلبؓ ہیں۔اس نے کہا کہ یہ وہی ہیں جنھوں نے ہم لوگوں کے خلاف بڑے بڑے کارنامے کئے ہیں۔

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے جنگ بدر میں امیہ بن خلف نے پوچھا اے عبداللہ! یہ کون آدمی ہے؟ جو اپنے سینہ پر شتر مرغ کا جھنڈا لگائے ہوئے ہے؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کا چچا ہیں، یہ حمزہ بن عبدالمطلب ﷺ ہیں۔ اُس نے کہا یہ وہی ہیں جنہوں نے ہم پر بڑے ستم ڈھائے ہیں۔

هٰذَانِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ (ترجمہ) یہ دو فریق ہیں جنہوں نے دربارہ اپنے رب کے (دین کے باہم) اختلاف کیا (سورہ الحج) تفسیر ابن کثیر میں ہے حضرت ابوذرؓ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ یہ آیت حضرت حمزہؓ اور ان کے مقابلے میں بدر کے دن جو دو دو کافر آئے تھے اور عتبہ اور اس کے دو ساتھیوں کے بارے میں اُتری ہے (صحیحین) صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت علی ابن ابو طالبؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میں سب سے پہلے خدا کے سامنے اپنی حجت ثابت کرنے کے لئے گھٹنوں کے بل گر جاؤں گا۔ حضرت قیسؒ فرماتے ہیں انہی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ بدر کے دن یہ لوگ ایک دوسرے کے سامنے تھے علیؓ اور حمزہؓ اور عبیدہؓ اور شیبہ اور عتبہ اور ولید۔

مواخات: مولانا حاجی معین الدین صاحب ندوی مرحوم سیر الصحابہ میں لکھتے ہیں کہ مکہ کی مواخات میں حضرت خیر الانام ﷺ کے محبوب غلام زید بن حارثہؓ حضرت حمزہؓ کے اسلامی بھائی قرار پائے، ان کو حضرت زیدؓ سے اس قدر محبت ہوگئی تھی کہ جب غزوات میں تشریف لے جاتے تو ان ہی کو ہر قسم کی وصیت کر جاتے تھے۔

شہادت حمزہؓ

جہاں تک سید الشہدا حضرت حمزہؓ کی شہادت کا تعلق ہے۔ حضرت حمزہؓ جنگ اُحد میں شہید ہوگئے۔ اس سلسلے میں صاحب معارج النبوہ لکھتے ہیں کہ روایت ہے کہ وحشی سے پوچھا گیا ہے کہ ہمیں حمزہؓ کے قتل سے آگاہ کر کہ کس طور واقع ہوئی۔ وحشی نے کہا کہ حمزہؓ نے میرے مالک جبیر بن مطعم کے چچا طیمۃ بن عدی عبدالجبار کو جنگ بدر میں مارا۔ اور جس وقت ہم جنگ اُحد کے سلسلے میں جا رہے تھے جبیر نے کہا اے وحشی اگر حمزہؓ کو میرے عوض قتل کرے گا تو تو میری غلامی سے آزاد ہوگا۔ اور کہتے ہیں ہندہ دختر عتبہ اور ابوسفیان کی بیوی جب کبھی وحشی کے پاس پہنچتی تو اس کو مرحبا کرتی اور کہتی کہ بہادری دکھا۔ تاکہ تجھے آزادی بھی ملے اور میں بھی تجھے تیرے کارنامے کے مطابق خاطر مدارت کروں کیونکہ میرے باپ عتبہ کو بھی جنگ بدر میں حمزہؓ ہی نے مارا ہے۔ اچانک میں نے میدان میں حمزہ کو دیکھا۔ جو

مست شیر کی طرح چل رہا تھا اور قریشی لشکر کے صفوں کو توڑ رہا تھا روایت ہے کہ اس دن دو شمشیروں سے (کہ ہر ہاتھ میں ایک ایک تھی) جنگ کر رہا تھا اور کہتا تھا کہ اور دشمنوں کو............) اور سباع بن عبدالعزی خزاعی کفار کی صف سے باہر آیا تھا اور اپنا جنگی مقابل ڈھونڈتا تھا، حمزہؓ نے اس کو سرِ راہ پکڑا اور اور اس کہا کہ اے عمار کے بیٹے ''مادرت مقطعہ نفوراست'' کہ اے عوتوں کی ختنہ کرنے والی ماں کے بیٹے کیا تو خدا اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرتا ہے اور ان کلمات کے ساتھ اس کی ماں کی خبر لی کہ تیری ماں مکہ میں عورتوں کا ختنہ کرتی تھی اور دریں اثناء حمزہؓ نے سباع کو قتل کیا۔ وحشی کہتا ہے کہ میں ایک پتھر کے پیچھے گھات میں بیٹھا تھا لڑائی کے ہتھیا کو سنبھال رہا تھا۔ میں نے اس کو حضرت حمزہؓ کی طرف پھینکا۔ اس کے ناف میں لگ گیا اور دوسری طرف نکل گیا۔ میں نے دیکھا کہ حمزہؓ میری طرف متوجہ ہوا۔ میں پیچھے کی طرف بھاگا اور حمزہؓ راستے میں گر پڑے۔ اور اس کے ساتھی جب اس کے پاس گئے اور اس سے کہا یا ابا عمارہ ان کو جواب نہ دیا۔ میں نے جان لیا کہ مر گیا۔ میں نے صبر کیا تاکہ لوگ اس کے پاس سے دور ہو جائیں۔ پھر میں گیا اور اپنے تیر کو اُٹھایا اور اس کے شکم کو چاک کیا اور اس کے جگر کو باہر نکالا اور ہندہ کے پاس لیا اور کہا کہ لے یہ حمزہؓ کا جگر ہے جو کہ تیرے باپ کا قاتل۔ مجھ سے حمزہؓ کا جگر لیا اس کو چبایا اور پھر منہ سے باہر نکال کر پھینک ڈالا۔ اور اپنے کپڑے، زیور، گہن وغیرہ سب کچھ مجھے دیا اور وعدہ کیا کہ جب مکہ جاؤں دس ہزار زرِ سرخ تجھے انعام دوں گی۔ پھر کہا کہ اس کی لاش کس جگہ ہے۔ میں نے اس کو وہاں لیا۔ ناک، کان آلت رجلیت اس کے کاٹے اور اپنے ساتھ مکہ لائے۔

حیات صحابہؓ میں حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جنگ اُحد میں جب لوگ جنگ سے واپس ہوئے۔ حضرت حمزہؓ کو نہ پایا۔ جابرؓ کہتے ہیں ایک آدمی نے آپ ﷺ سے کہا کہ میں نے ان کو اس درخت کے نیچے دیکھا ہے کہ وہ کہہ رہے تھے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا شیر ہوں۔ اے اللہ! میں تیری برأت چاہتا ہوں اس چیز سے جس کو یہ لوگ یعنی ابو سفیان اور اس کے ساتھی لائے ہیں اور تیری طرف عذر خواہی کرتا ہوں کہ اس چیز سے جوان لوگوں نے کیا یعنی مسلمانوں کے شکست کھانے سے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ان کے پاس پہنچے جب ان کی پیشانی کو دیکھا تو آپ ﷺ رو دئے اور جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ مثلہ کر دئے گئے ہیں تو انتہائی رنجیدہ

ہوئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا کوئی کفن ہے؟ ایک انصاریؓ کھڑے ہوئے اوران پر ایک کپڑا ڈال دیا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا **<u>قیامت کے دن اللہ کے نزدیک شہیدوں کے سردار حمزہؓ ہوں گے۔</u>**

حضرت جعفر بن عمرو بن امیّہ ضمری کے حوالہ سے حیات صحابہؓ میں نقل کیا گیا ہے کہ میں اور عبداللہ بن عدیؓ بن خیار حضرت معاویہؓ کی خلافت کے زمانہ میں نکلے، اس کے بعد باقی حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ہے کہ ہم ان کے یعنی حضرت وحشیؓ کے پاس بیٹھے اور ہم نے کہا کہ ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں تا کہ آپؓ ہم سے حضرت حمزہؓ کے قتل کا واقعہ بیان کریں کہ آپ نے ان کو کس طرح قتل کیا تھا حضرت وحشیؓ نے کہا کہ میں تم سے ابھی اُسی طرح بیان کروں گا جیسا کہ میں حضور ﷺ سے آپ کے اس بارے میں سوال کرنے پر بیان کیا تھا۔ میں جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ اس کا چچا طعیمہ بن عدی جنگ بدر میں مارا گیا تھا۔ جب قریش جنگ اُحد کے لئے چلے مجھ سے جبیر نے کہا اگر تو رسول ﷺ کے چچا حمزہؓ کو میرے چچا کے بدلہ میں قتل کردے تو تو آزاد ہے۔ حضرت وحشیؓ کہتے ہیں کہ میں بھی لوگوں کے ساتھ چلا اور میں ایک حبشی آدمی تھا۔ حبشیوں کی طرح چھوٹا نیزہ پھینک کر مارا کرتا تھا اور میرا نشانہ بہت کم خالی جایا کرتا تھا جب دونوں لشکر ملے۔ میں نکلا۔ حضرت حمزہؓ کو دیکھ رہا تھا اوران پر نظر جمائے ہوئے تھا یہاں تک کہ میں نے ان کو دیکھا لوگوں کے مجمع میں گویا کہ وہ خاکستری اونٹ ہیں، لوگوں کو تلوار کے ذریعے گرا رہے تھے۔ ان کا مقابلہ کوئی شئے نہیں کرسکتی تھی پس خدا کی قسم میں نے ان کے لئے تیاری کی اوران کے قتل کا ارادہ کیا اوران سے درخت یا پتھر کی اوٹ لیتا رہا تا کہ وہ میرے قریب آئیں، اچانک میرے آگے ان کی طرف سباع بب عبدالعزّی بڑھا جب اس کو حضرت حمزہؓ نے دیکھا کہا میری طرف آ اے عورتوں کی ختنہ کرنے والی کے بیٹے! حضرت وحشیؓ کہتے ہیں کہ اس پر حضرت حمزہؓ نے اس طرح تلوار ماری کہ اس کے سر سے چوک گئی ادھر سے میں نے اپنے نیزے کو حرکت دی، یہاں تک کہ جب میں اپنے نیزے کی حرکت سے مطمئن ہو گیا تو اس کو حضرت حمزہؓ پر پھینک دیا وہ ان کی ناف کے نیچے جالگا، اوران کے دونوں پیروں کے درمیان سے نکل گیا، انہوں نے میری طرف بڑھنا چاہا، ان پر بے ہوشی آگئی میں نے ان کو اور اس نیزے کو چھوڑا یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔ اس کے بعد میں ان کے پاس آیا اور میں نے اپنا نیزا لے لیا اور لشکر کی طرف لوٹ گیا، اور لشکر میں جا کر بیٹھ گیا اس لئے کہ میری

ان کے قتل کے سوا اور کوئی حاجت نہ تھی۔ میں محض نے اپنی آزادی کے لئے ان کو قتل کیا تھا۔ جب میں مکہ پہنچا تو آزاد کردیا گیا۔ پھر میں وہی ٹھہرا رہا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کرلیا تو میں طائف بھاگ گیا۔ اور وہاں رہنے لگا۔ جب طائف کا وفد حضور ﷺ کی طرف اسلام لانے کے لئے چلا تو میرے اوپر راستے تنگ ہوگئے میں نے اپنے جی میں سوچا کہ شام یا یمن یا کسی اور شہر میں چلا جاؤں۔ پس خدا کی قسم میں اپنے اسی رنج میں تھا کہ مجھ سے ایک آدمی نے کہا کہ تجھ پر بڑا افسوس ہے۔ بے شک وہ محمد ﷺ خدا کی قسم ان لوگوں میں سے کسی کو قتل نہیں کرتے جو کوئی ان کے دین میں داخل ہو جائے اور حق کی شہادت دے۔ وحشیؓ فرماتے ہیں جب اس نے مجھ سے یہ بات کہی تو میں وہاں سے چل کر آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوا آپ ﷺ کو کسی چیز نے گھبراہٹ میں نہیں ڈالا مگر اس بات نے کہ میں آپ ﷺ کے سرہانے کھڑا ہوا کلمہ شہادت پڑھ رہا تھا اور حق کی گواہی دے رہا تھا۔ جب آپ ﷺ نے مجھ کو دیکھا فرمایا کیا تو وحشی ہے؟ میں نے کہا ہاں یا رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور مجھ سے بیان کر کہ حضرت حمزہ کو تو نے کس طرح شہید کیا تھا؟ وحشیؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے اسی طرح بیان کیا جیسے تم دونوں سے بیان کیا ہے پھر جب میں اپنا قصّہ سنا کر فارغ ہوگیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تجھ پر بڑا افسوس ہے تو مجھ سے اپنا چہرہ غائب رکھ! میں تجھ کو ہرگز نہ دیکھوں، وحشیؓ فرماتے ہیں کہ اسی وجہ میں ہمیشہ حضور ﷺ سے اتنا ہٹ کر رہا کہ آپ ﷺ مجھ کو نہ دیکھیں، یہاں تک کہ اللہ پاک نے آپ ﷺ کو وفات دت دی، اس کے بعد جب مسلمان مسیلمہ کذاب یمامہ والے کی طرف نکلے تو میں بھی مسلمانوں کے ہمراہ نکلا اور اپنا وہی نیزہ لیا جس سے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا جب لوگ جمع ہوئے تو میں نے مسیلمہ کو کھڑا ہوا دیکھا اور اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اس سے قبل اس کو میں پہچانتا نہ تھا، میں نے اس کے قتل کی تیاری کی اور ایک اور انصاری آدمی نے دوسری جانب سے اس کے قتل کی تیاری کی۔ ہم دونوں اس کے قتل کا ارادہ کئے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے نیزے کو حرکت دی یہاں تک کہ جب میں مطمئن ہو گیا نیزے کو اُس پر پھنک مارا، نیزہ اُس میں پیوست ہو گیا اور اس انصاری نے اُس پر تلوار سے حملہ کیا پس تیرا رب زیادہ جانتا ہے کہ ہم دونوں میں سے کس نے اُسے قتل کیا؟ اگر میں نے اُس سے قتل کیا ہے تو رسول ﷺ کے بعد لوگوں میں سے سب میں زیادہ بہتر (یعنی حضرت حمزہؓ) کو، اور لوگوں میں سب سے زیادہ بدتر (یعنی مسیلمہ) کو میں

نے قتل کیا ہے۔

حیات صحابہؓ میں جعفر بن عمرو سے اسی طرح کی ایک روایت میں اتنا اضافہ اور بھی ہے کہ (اُحد میں) جب لوگ لڑنے کے لئے صف آرا ہوئے تو سباع نکلا اور کہا کیا ہے کوئی میرا مقابل؟ تو اس کی طرف حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب نکلے اور اُس سے کہا اے سباع! آپ عورتوں کی ختنہ کرنے والی اُم انمار کے بیٹے! کیا تو اللہ کے رسول ﷺ سے دشمنی کرتا ہے؟ پھر اس پر ایسا حملہ کیا کہ وہ نیست و نابود ہو گیا۔

کتاب محمد عربی ﷺ میں اس واقعہ کے متعلق لکھا گیا ہے کہ کفار مکہ کی جانب سے جنگ احد میں بہت سی عورتیں ایسی تھیں جن کے باپ بیٹے بدر میں مارے گئے تھے اس لئے وہ خود غصہ سے بے تاب تھیں۔ اپنے مردوں کو بھی بے تاب کئے ہوئے تھیں۔ ان عورتوں میں ہند سب سے آگے تھی۔ یہ عتبہ کی بیٹی اور ابوسفیان کی بیوی تھی۔ بدر میں اس کے باپ، بھائی اور چچا تینوں مارے گئے۔ سن کر اس کا کلیجہ کھولنے لگا۔ قسم کھالی جب تک خون کا بدلہ نہ لیں گے۔ خشبو نہ لگائیں گے۔ روانگی کا وقت ہوا، تو اس نے کچھ اور عورتوں کو تیار کیا اور لشکر کے ساتھ ہولی۔ لوگوں نے روکنا چاہا۔ لیکن نہ مانی۔ طعیمہ بن عدی، جبیر بن مطعم کا چچا تھا۔ یہ بھی بدر میں مارا گیا تھا۔ جبیر کا ایک حبشی غلام تھا۔ اسکا نام تھا وحشی۔ یہ چھوٹا نیزا مارنے میں ماہر تھا کیونکہ یہ حبشہ والوں کا خاص ہتھیار تھا۔ جبیر نے اپنے اس غلام سے کہا ''وحشی! اگر میرے چچا کے بدلہ میں محمد ﷺ یا علی کو مار دو تم آزاد ہو۔'' ہندہ نے کہا وحشی! میرے عزیزوں کی ٹکر کے یا تو محمد ﷺ ہیں یا پھر حمزہؓ اور علیؓ ہیں۔ ان تینوں میں سے کسی ایک کو بھی مار دو۔ بہت قیمتی انعام دوں گی''

وحشی نے دونوں سے وعدہ کرلیا۔ اب لشکر مدینہ کی طرف بڑھا تین ہزار سپاہیوں کا دل بادل تھا۔ ساتھ میں دو سو گھوڑے۔ اور تین ہزار اونٹ تھے۔ ابوسفیان لشکر کا کمانڈر تھا۔ ساتھ میں پندرہ عورتیں بھی تھیں۔ یہ دف بجاتیں۔ مقتولین بدر کے دردناک مرثیے پڑھتیں۔ شکست پر غیرت دلاتیں۔ انتقام پر ابھارتیں۔ چلتے چلتے لشکر ابواء پہنچ گیا۔ جہاں پیارے نبی ﷺ کی والدہ کی قبر ہے۔ ہندہ نے لوگوں سے کہا: موقع اچھا ہے۔ محمد ﷺ کی ماں کی قبر اکھاڑ ڈالو۔ ہم میں سے کوئی قید ہوا، تو جسم کا ایک ایک ٹکڑا فدیہ میں دے دیں گے۔ لیکن کچھ لوگوں نے مخالفت کی۔ انہوں نے کہا: ''ایسا بھول کر نہ کرنا۔ ورنہ بنی خزاعہ اور بنی بکر ہمارے مردوں کی ساری قبریں کھود کر رکھ دیں گے۔

ادھر حضرت حمزہؓ نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! اس ذات کی قسم جس نے آپ پر قرآن اتارا۔ میں تو کھانا ہی نہ کھاؤں گا جب تک باہر نکل کر دشمنوں سے مقابلہ نہ کرلوں گا ادھر کافروں میں عورتوں کو جوش کا عجیب عالم تھا۔ ہندہ ان میں سب سے آگے تھی۔ یہ عورتیں صفوں کے درمیان گھومتی تھیں مردوں کو جوش دلاتیں۔ ان میں غیرت کی آگ بھڑکاتیں۔ دف بجا بجا کر کہتیں:

''عبدالدار کے جوانو! وطن کے پاسبانو! آگے بڑھو! بے تکان تلواریں چلاؤ۔ پھر یہ اشعار پڑھتیں:

نَحۡنُ بناتُ طارِقِ☆نَمۡشِئ عَلَى النَّمارِقِ
اِنۡ تُقۡبِلوا نُعانِقِ☆اَوۡ تُدۡبِروۡا نُفارِقِ
فِراق غَيۡرِ وَامِقِ

﴿ترجمہ﴾

ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں، ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔ اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم سے گلے ملیں گے، اور پیچھے قدم ہٹایا تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گے۔ بلکل دشمن کی طرح تم سے کٹ جائیں گے۔

ہندہ جب وحشی کے پاس پہنچی، تو اس کو اپنا وعدہ یاد دلاتی اور جوش دلاتے ہوئی کہتی: ابو وسمہ! میرا کلیجہ ٹھنڈا کرو خود بھی راحت پاجاؤ۔

جب جنگ شروع ہوئی، تو حضرت علیؓ دشمن کے فوج کے قلب میں گھس گئے۔ فوج کا جھنڈا طلحہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ مقابلہ کے لئے سامنے آیا۔ حضرت علیؓ تلوار لے کر بجلی کی طرح جھپٹے اور پوری طاقت سے اس پر وار کیا۔ اب وہ زمین پر پڑا ہوا تھا جھنڈا بڑھ کر اس کے بھائی عثمان نے تھام لیا۔ اب حضرت حمزہؓ نے بڑھ کر اس پر حملہ کیا۔ جس ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ وہ ہاتھ کٹ کر نیچے گر گیا۔ عثمان نے فوراً جھنڈا دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ حضرت حمزہؓ نے دوسرے ہاتھ پر بھی وار کیا۔ وہ ہاتھ بھی کٹ کر الگ ہو گیا۔ اب جھنڈا ابوسعیدؓ نے لے لیا۔

حضرت حمزہؓ کی بہادری کا بھی عجیب منظر تھا دونوں ہاتھوں میں تلوار تھی۔ صفوں کی صفیں الٹتے چلے جا رہے تھے لیکن وحشی کی آنکھیں گھات میں تھیں۔ وہ حملہ کے لئے موقعہ کی تلاش میں تھا۔ تاکہ یہ

اس کی آزادی کی قیمت بن جائے!

یہ وقت بھی آ گیا جس کے لئے وحشی نکلا تھا۔ وہ گھڑی آن پہنچی جس کے لئے وہ شروع سے تاک میں بیٹھا تھا!! مارنے کے لئے نیزہ ٹھیک کر رہا تھا۔ حضرت حمزہؓ بے خبر تھے۔ موقع پاتے ہی اس نے نیزہ پھینک کر مارا۔ نیزہ ناف میں لگا اور پار ہو گیا۔ حضرت حمزہ نے نگاہ دوڑائی کہ یہ نیزہ کدھر سے آیا۔ دیکھا تو پاس ہی وحشی کھڑا مسکرا رہا تھا۔ کامیابی کی خوشی میں اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ حضرت حمزہؓ تیزی سے بڑھے کہ اس پر حملہ کریں لیکن......شیر خدا اور ضیغم اسلام کے قویٰ جواب دے گئے۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑے۔ اب وہ زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے۔ اللہ کا دشمن اللہ کے پیارے کو کھڑا دیکھتا رہا۔ جب روح پرواز کر گئی اور جسم کی حرکت رک گئی تو وہ آگے بڑھا اور جسم سے نیزہ کو الگ کیا پھر ایک طرف جا کر اطمینان سے بیٹھ گیا۔ کہ اب اسے لڑنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

ابوسفیان لاشوں میں آپ یعنی آنحضرت ﷺ کو ڈھونڈ ہی رہا تھا کہ حضرت حمزہ کی لاش پر نظر پڑھ گئی۔ دیکھتے ہی غصے سے کھول اٹھا۔ اب اس بے رحم کا خونین نیزہ تھا۔ اور حضرت حمزہؓ کا پاک جسم۔ وہ تحاشا ان کے جسم پر کچوکے لگاتا اور ہونٹ چبا چبا کر کہتا: اورغدار! بدر میں تو نے جو کچھ کیا تھا، لے! اس کا مزہ چکھ!! ایک کافر تھا حلیس بن زبان، وہ بھی پاس ہی تھا۔ اس سے یہ بے رحمی دیکھی نہ گئی۔ ابوسفیان کو پکڑ کر اس نے کھینچ لیا۔ اور چیخا: **"لوگو! دیکھتے ہو؟ یہ قریش کا سردار ہے اپنے بھائی کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے!!"** ابوسفیان چونک پڑا۔ بولا: او ہو! مجھ سے بڑی چوک ہوئی۔ اچھا، دیکھو اس کا شور نہ کرو۔

اس لڑائی میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ شہید ہونے والوں میں کئی بڑے بڑے جان نثار تھے۔ شیر خدا حضرت حمزہ بھی تھے۔ وحشی خوشی سے اچھل رہا تھا۔ کہ وہی آپ کا قاتل تھا۔ وہ ہند کے پاس پہنچا۔ اس سے اپنا کارنامہ بیان کیا اور انعام طلب کیا۔ اس نے کہا "میں نے حمزہؓ کو مار دیا آپ مجھے کیا انعام دیں گی؟" ہند نے کہا "تجھے میں پنا قیمتی ہار دوں گی۔ ذرا یہ تو بتا وہ ہے کہاں؟" وحشی ہندہ کو اپنے ساتھ لے گیا اس سے حضرت حمزہؓ کی لاش دکھائی۔ ہندہ کا کلیجہ تو کھول ہی رہا تھا۔ دیکھتے ہی غصہ سے بے قابو ہو گئی۔ جھک کر حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کیا۔ جگر کو باہر نکالا اور بے دردی سے چبانے لگی۔۔ کہ کلیجہ کی آگ ٹھنڈی ہو۔ مگر وہ نگل نہ سکی مجبوراً اگل دینا پڑا۔ اب اس نے گلے سے ہار نکال کر وحشی کو دے دیا۔ پھر اس نے قریش کی دوسری عورتوں کو ساتھ لیا جا کر مسلمانوں کی لاشوں کے ناک کان کاٹے اور

ان "پھولوں" کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈال دیا۔ دشمن اپنی لاشوں کو دفن کر چکے تھے۔ اب انہوں مکہ لوٹنے کا ارادہ کیا۔ ابوسفیان کا دل آج خوشی سے لبریز تھا۔ دوڑا ہوا پہاڑ کے دامن میں آیا۔ زور سے پکار کر کہا:

"مسلمانو! آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ آئندہ سال پھر بدر میں ہمارا مقابلہ ہے"۔ پھر یہ کہتا ہوا لوٹ پڑا۔ فوج کے لوگوں نے مقتولین کے ناک، کان کاٹ لئے ہیں۔ میں نے نہ اس کا حکم دیا تھا۔ نہ اسے روکا تھا۔ مجھے اس سے خوشی نہیں۔ لیکن کوئی رنج بھی نہیں۔"

مسلمان پہاڑ سے اترے کہ لاشوں کو دفن کریں۔ پیارے نبی ﷺ کی نظر حضرت حمزہؓ پر پڑی جسم کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اس قدر آنسو بہے کہ ریش مبارک تر ہو گئی۔ اس وقت آپ کی زبان مبارک سے یہ درد بھرے الفاظ سنے گئے: اف میری آنکھوں نے ایسا دردناک منظر کبھی نہ دیکھا!! پھر آپ نے فرمایا: "اگر صفیہؓ (حضرت حمزہؓ کی بہن) کو صدمہ نہ ہوتا، اور یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ چیز میرے بعد سنت بن جائے گی، تو میں ان (حضرت حمزہؓ) کو یوں ہی چھوڑ دیتا کہ انہیں گدھ اور درندے کھالیں۔ بخدا اگر ان پر کبھی بس چلا تو ان کے تیس آدمیوں کی یہی گت بناؤں گا۔" لیکن اس کے بعد ہی ذہن مبارک میں یہ آیت گونج رہی تھی: **وَ اِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ وَلَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَيۡرٌ لِّلصّٰبِرِيۡنَ ۝ و اصبر و ما صبرک الا باللہ ولا تحزن علیھم ولا تک فی ضیقٍ مما یمکرون ۝ ان اللہ مع الذین التقوا والذین ھم محسنون ۝** (پارہ ربما)

〈ترجمہ〉 اور اگر تم لوگ بدلہ لو تو بس اسی قدر لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو۔ لیکن اگر تم صبر کرو، تو یہ صبر کرنے والوں ہی کے حق میں بہتر ہے اور (اے محمد ﷺ) صبر کرو۔ اور تمہارا یہ صبر اللہ ہی کے سہارے ہو گا۔ اور ان لوگوں کی حرکتوں پر رنج نہ کرو۔ اور نہ ان کی چالبازیوں پر دل تنگ ہو بیشک اللہ ان کے ساتھ ہے جو اللہ کی نافرمانی سے بچتے اور اس کی ناخوشی سے ڈرتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں۔

سیرت رسول عربی ﷺ میں لکھا ہے کہ اثنائے جنگ میں مشرکین کی عورتیں شہدائے عظام کو مثلہ کرنے میں مشغول تھیں۔ عتبہ کی بیٹی ہندہ نے اپنے پاؤں سے کڑے، بالیاں اور ہار حضرت امیر حمزہؓ

ؓ کے قاتل وحشی کو دئے اور خود شہداء کے کانوں اور ناکوں سے اپنے واسطے کڑے بالیاں اور ہار بنائے اور حضرت حمزہ کے جگر کو پھاڑ کر چبایا نگل نہ سکی تو پھینک دیا۔(صفحہ نمبر۱۸۴)

اس غزوہ میں مسلمانوں میں سے ستر یا کچھ کم وبیش شہید ہوئے۔ابن نجار نے ان سب کے نام دئے۔جن میں سے چار مہاجرین میں سے اور باقی چھیاسٹھ انصار میں سے ہیں۔اختتام جنگ پر آنحضرت ﷺ شہدائے کرام کی لاشوں پر تشریف لے گئے۔حضرت امیر حمزہؓ کی لاش مبارک کو دیکھ کر فرمایا ''کہ ایسا دردناک منظر میری نظر سے کبھی نہیں گذرا۔حضرت حمزہؓ ساتوں آسمانوں میں شیر خدا اور شیر رسول لکھے گئے۔پھر تمام لاشوں پر نظر ڈالتے ہوئے فرمایا۔انا شہید علیٰ ھٰؤلاءِ یوم القیامۃ یعنی میں قیامت کے دن ان کا شفیع اور گواہ ہوں۔

بعد ازاں حکم دیا کہ ان کو دفن کر دیا جائے۔کپڑے کی قلت کا یہ عالم تھا کہ عموماً دو دو تین تین ملا کر ایک ہی کپڑے میں ایک ہی قبر میں دفن کر دئے گئے۔جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اس کو مقدم کیا جاتا۔اور ان شہداء پر اس وقت نماز جنازہ نہ پڑی فوئگئی بلکہ بے غسل اسی طرح خون میں لتھڑے ہوئے دفن کر دئے گئے۔رضی اللہ عنهم و رضوا عنه سید الشہداء حضرت حمزہ کو ایک چادر میں دفن کر دیا گیا۔مگر چادر کوتاہ تھی۔اگر منہ ڈھانکتے تو قدم ننگے رہتے۔قدموں کو چھپاتے تو منہ ننگا رہتا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ منہ کو ڈھانپ دو اور قدموں پر ہرمل ڈال دو۔چنانچہ ایسا ہی کیا گیا (صفحہ نمبر۱۹۱۔۱۹۰)

جب آنحضرت ﷺ انصار کے محلّہ بنی عبد الاشہل میں پہنچے تو ان کی عورتوں کو دیکھا کہ اپنے مقتولین پر رو رہی ہیں۔آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور زبان مبارک سے نکلا: اما حمزة فلا بواکی لہٗ (لیکن حمزہ کے لئے کوئی رونے والیاں نہیں) یہ سن حضرت سعد بن معاذؓ ان عورتوں کے پاس گئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے درِ دولت پر جا کر ماتم کرو۔چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ہم بھی شامل گریہ ہوگئیں۔حضور ﷺ سو گئے اور ہم رو رہی تھیں۔آپ نے جاگ کر نمازِ عشاء پڑھی اور سو گئے۔پھر جو آنکھ کھلی اور رونے کی آواز سنی تو فرمایا۔کیا تم اب تک رو رہی ہو۔یہ فرما کر آپ نے رونے والیوں کو رخصت کیا۔اور ان کے لئے اور ان کے ازواج واولاد کے لئے دعائے خیر فرمائی۔جب صبح ہوئی تو آپ نے نوحہ سے منع فرما دیا۔اس واقعہ سے آٹھ برس کے بعد ایک روز آنحضرت ﷺ اس طرف کو نکلے اور شہدائے عہد پر نمازِ جنازہ پڑھی۔(صفحہ نمبر۹۴،۹۵)

حضرت حمزہؓ کا کفن

حکایات الصحابہؓ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ صاحب لکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے چچا حضرت حمزہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اور بیدرد کافروں نے آپؓ کے کان، ناک وغیرہ اعضاء کاٹ دئے اور سینہ چیر کر دل نکالا اور طرح طرح کے ظلم کئے۔لڑائی کے ختم پر حضور اکرم ﷺ اور دوسرے صحابہؓ شہیدوں کی نعشیں تلاش فرما کر ان کی تجہیز وتکفین کا انتظام فرما رہے تھے کہ حضرت حمزہؓ کو اس حالت میں دیکھا نہایت صدمہ ہوا اور ایک چادر سے ان کو ڈھانک دیا۔اتنے میں حضرت حمزہ کی حقیقی بہن حضرت صفیہ تشریف لائیں کہ اپنی بھائی کی حالت کو دیکھیں۔حضور ﷺ نے اس خیال سے کہ آخر عورت ہے ایسے ظلموں کے دیکھنے کا تحمل مشکل ہوگا۔ان کے صاحبزادہ حضرت زبیرؓ سا ے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کرو۔انہوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ نے دیکھنے کو منع فرما دیا۔انہوں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ میرے بھائی کے ناک کان وغیرہ کاٹ دئے گئے اللہ کے راستے میں یہ کون سی بڑی بات ہے۔ہم اس پر راضی ہیں میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتی ہوں اور انشاء اللہ صبر کروں گی۔حضرت زبیر نے حضور ﷺ سے جا کر اس کلام کو ذکر کیا تو حضور ﷺ نے اس جواب کو سن کر دیکھنے کی اجازت عطا فرما دی۔آ کر دیکھا انا للہ پڑھی اور ان کے لئے استغفار اور دعا کی۔ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ احد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئی تھیں ایک عورت تیزی سے آ رہی تھی۔حضور ﷺ نے فرمایا دیکھو عورت کو روکو، حضرت زبیر کہتے ہیں، میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہے۔میں جلدی سے روکنے کے لئے بڑھا مگر وہ قوی تھیں ایک گھونسا میرے مارا اور کہا پرے ہٹ، میں نے کہا حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے تو فوراً کھڑی ہوگئیں اس کے بعد دو کپڑے نکالے اور فرمایا میں اپنے بھائی کے کفن کے لئے لائی تھی کہ میں ان کے انتقال کی خبر سن چکی تھی۔ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا۔ہم لوگ وہ کپڑا لے کر حضرت حمزہ کو کفنانے لگے کہ برابر میں ایک انصاری شہید پڑے ہوئے تھے جن کا نام سہیلؓ تھا ان کا بھی کفار نے ایسا ہی حال کر رکھا تھا جیسا کہ حضرت حمزہؓ کا تھا ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہؓ کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی نہ ہو۔اس لئے ہم نے دونوں کے لئے ایک ایک کپڑا تجویز کر دیا۔مگر ایک کپڑا ان میں بڑا تھا دوسرا چھوٹا تو ہم نے قرعہ ڈالا کہ قرعہ میں جو کپڑا جن کے حصہ میں آجائے گا وہ ان کے کفن میں لایا جائے گا۔قرعہ میں بڑا کپڑا

حضرت سہیل کے حصہ میں آیا اور چھوٹا حضرت حمزہؓ کے حصہ میں آیا جوان کے قد سے بھی کم تھا اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانک دو اور پاؤں پر پتے وغیرہ ڈال دو۔ ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ جب دو کپڑے لے کر حضرت حمزہؓ کی نعش پر پہنچیں تو انکے قریب ایک انصاری اسی حال میں پڑے ہوئے تھے تو ایک ایک کپڑے میں دونوں کو کفن دیا گیا۔ حضرت حمزہ کا کپڑا بڑا تھا۔ یہ روایت مختصر ہے اور خمیس کی روایت مفصل۔ (ف) یہ دو جہاں کے بادشاہ کے چچا کا کفن ہے وہ بھی اس طرح کہ ایک عورت اپنے بھائی کے لئے دو کپڑے دیتی ہے اس میں یہ گوارا نہیں کہ دوسرا انصاری بے کفن رہے ایک ایک کپڑا بانٹ دیا جاتا ہے۔ اور پھر چھوٹا کپڑا اس شخص کے حصہ میں آتا ہے جو کوئی وجہ سے ترجیح کا استحقاق بھی رکھتا ہے۔ غریب پروری اور مساوات کے دعویدار اگر اپنے دعووں میں سچے ہیں تو ان پاک ہستیوں کا اتباع کریں جو کہکر نہیں بلکہ کر کے دکھلا گئے ہم لوگوں کو اپنے لئے ان کا پیرو کہنا بھی شرم کی بات ہے۔

معارج النبوہ میں لکھا ہے کہ دریں اثنا آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ حمزہؓ کا کیا حال ہے کہ میں اسکو نہیں دیکھتا ہوں۔ علیؓ ان کی تلاش میں مشغول ہوئے اچانک حمزہ کے پاس پہنچے اس کو اس حالت میں دیکھا تو زار زار رونے لگے اور فی الحال ہی لوٹے تا کہ آنحضرت ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کریں خواجۂ عالم ﷺ علی کے ہمراہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے سر کے پاس کھڑے رہے اور حمزہ کے کان اور ناک کو کاٹا ہوا پایا نہایت ہی پر ملال اور غمگین ہوئے اور فرمایا کہ **ما وقف موقفاً قط غیط لی من ھٰذا** اس وقت قسم کھائی کہ اگر قریش پر قابو پاؤں گا تو میں ان میں کے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا جبرئیل بنازل ہوئے آیت لائی کہ **وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین** ۔ (پارہ ربما رکوع ۱۴) (ترجمہ) اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے (بیان القرآن) اور وہ خواہش چھوڑ دی اور اپنے قسم کا کفارہ دیا اور اس کے بدلے ستر بار حمزہ کے لئے استغفار کیا۔ نقل کیا گیا ہے کہ صفیہ حضرت حمزہ کی بہن دور سے ظاہر ہوگئی ۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے بیٹے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ اپنی والدہ کو واپس پھیر دو تا کہ اپنے بھائی کو اس حال میں نہ دیکھے ممکن ہے کہ

تاب نہ لاسکے۔ زبیر آئے اور اپنی ماں سے کہا کہ کہاں جاتی ہو۔ حضور ﷺ چاہتے ہیں کہ تو واپس لوٹے۔ کہا اے بیٹے میں نے سنا ہے کہ میرے بھائی حمزہ کو شہید کیا گیا اور ان کا مثلہ کیا گیا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ ان کو یہ تکلیف محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پیش آئی۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دولت صبر سے نوازے گا۔ جب زبیرؓ نے اپنی ماں کا بیان آنحضرت ﷺ کے سامنے عرض کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ کہ صفیہؓ آجائے اور اپنے بھائی کو دیکھے۔ کلمہ **انا للہ انا الیہ راجعون** کہا اور اسکے لئے دعائے مغفرت مانگی لیکن اپنے آپ کو گریہ سے ضبط میں نہ رکھ سکی۔ نیز رسول اللہ ﷺ بھی رونے لگے۔ فاطمہ ظہرا بھی گریہ وزاری کرنے لگی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے صفیہ اور **فاطمہ الزھرا رضی اللہ عنھا** کو فرمایا تم دونوں کو خوشخبری ہو کیونکہ جبرئیل آئے اور کہا کہ حمزہ کو سات آسمانوں میں اسد اللہ واسد رسولہ لکھا گیا۔

شہدائے احد کا نماز جنازہ

شہدائے احد پر نماز جنازہ پڑھنے کے سلسلے میں دو روایتیں ہیں۔ کچھ اہل الحدیث کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزہؓ کی نمازِ جنازہ پہلے پڑی اور اسکے بعد جس کسی کا جنازہ لاتے حمزہؓ کے پاس رکھتے لیکن ائمہ حدیث اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے نماز نہیں پڑھی اور شافعی رحمہم اللہ نے یہ روایت اختیار کی ہے۔ اور حنفیہ نے اس روایت کو ترجیح دی ہے واللہ اعلم۔ لیکن اس بات پر اتفاق ہے کہ شہدا کو غسل نہیں دیتے ہیں اور ان کو ان ہی خون آلود کپڑوں میں قبر میں رکھنا فرمای اور اسی جگہ۔ اور اگر کسی نے اپنے مقتول کو کسی دوسری جگہ لیا ہوگا واپس لائے۔ جابر اپنے باپ عبداللہ کو مدینہ لیا تھا۔ حکم فرمایا تا کہ اس کو واپس لائیں اور جو اصحاب دنیا میں اقرب ہوتے تو ان کو ایک ہی قبر میں دفن کرتے تھے۔ اور ان میں سے حمزہؓ کو عبداللہ جحشؓ جو اس کی بہن کا لڑکا تھا ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔ اور عبداللہ بن عمرو بن خرامؓ کو عمرو بن الجموحؓ کے ساتھ ایک قبر میں اور خارجہ بن زیدؓ کو سعید بن ربیعؓ کے ساتھ ایک قبر میں اور نعمانؓ بن مالک کو عبیدہ بن الخلخاشؓ اور محمد بن زیادؓ کے ساتھ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا اور فرمایا کہ بیشتر قرآن پڑھنے والوں کو قبر میں نزدیک نزدیک رکھیں۔ اور آخری روز مدینہ واپس لوٹے جس قبیل سے گذر جاتے ان کے مرد عورتیں استقبال کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی سلامتی پر شکر گذاری کرتے اور باوجود اس کے کہ ان میں سے اکثر مصیبت رسیدہ تھے پھر بھی رسول اللہ ﷺ

سے کہتے تھے یارسول اللہ ﷺ آپ کی مصیبت کے سواہر مصیبت آسان ہے اور حقیر ہے۔ جب قبیلہ بنی اشہل کے پاس پہنچے۔ کبیشہ بنتِ رافع معاویہ جو سعد بن معاذ کی ماں تھی باہر آگئی اور رسول اللہ کی جانب دوڑی۔ آنحضرت ﷺ اپنے گھوڑے پر سوار کھڑے تھے۔ اور سعد بن معاذ آپکے گھوڑے کی عنان پکڑے تھے۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میری ماں ہے جو آپ کی خدمت میں آئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مرحبا۔ پس آنحضرت ﷺ کے نزدیک آئی اور آپ کے دیدار سے مشرف ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب ہم نے آپ کو سلامت پایا تو جتنے بھی مصیبت کے گھونٹ ہم نے نوش کئے سب ختم ہو گئے سید رسل ﷺ نے اس کے بیٹے عمر بن معاذ کی تعزیت کی اور فرمایا یا ام سعدؓ تجھے بشارت ہو اور اپنے گھر والوں کو بشارت دے کہ ان کے مقتولوں کی شفاعت ان کے حق میں مقرر ہوگئی کبیشہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ میں راضی ہوگئی۔ جب مقتولین کے انجام اور عیش و فراخی کا حال معلوم ہوگیا اس کے بعد مبارک کا مقام ہے نہ تعزیت کا۔ پھر عرض کیا کہ ان کے پسماندگاں کے لئے دعا فرمائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا **اللھم اذھب حزن قلوبھم واجر مصیبتھم** (ترجمہ) اے اللہ ان کے دلوں کے غم کو دور فرما اور ان کے مصیبت پر ان کو اجر عطا فرما۔

تذکرہ نویسوں کی کتابوں کی بعض روایات میں آیا ہے کہ جب مصیبت زدگاں آنحضرت ﷺ کے استقبال کے لئے باہر آئے ہوئے تھے تو حمزہ کی لڑکی فاطمہؓ بھی برسرراہ آئی تھی اور کچھ دودھ اور کھجور اپنے باپ کے لئے لائی تھی۔ معصومہ نے سوچا تھا کہ شاید میرا باپ بھوکا اور پیاسا ہوگا تو دودھ اور کھجوریں تناول فرمائے گا اور اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس نے شہادت کی شربت پی لی ہے۔ اس نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا لشکر جوق در جوق آرہا ہے۔ ہر چند تلاش کرتی تھی اپنے باپ کو نہیں پاتی تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو دیکھا تو کہا میرا باپ کہاں ہے کہ میں آپکے لشکر میں اسکو نہیں پاتی ہوں۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا دل مبارک ٹوٹ گیا اور آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہوئے کہا یہ لو حضرت رسالت ﷺ آرہے ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ پہنچ گئے تو فاطمہ نے اس لشکر میں بھی اپنے والد کو آنحضرت کے ہمراہ نہیں پایا۔ سامنے آئی اور آنحضرت ﷺ کی سواری کی عنان پکڑی اور کہا یارسول اللہ ﷺ میرا باپ کہاں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آپ کا باپ میں بنوں گا۔ عرض کیا یارسول اللہ آپکی اس بات سے خون کی بو آرہی ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ سب اصحاب اس کے ساتھ

رونے لگے۔ اس کے بعد کہا یارسول اللہ ﷺ میرے والد صاحب کے شہادت کی کیفیت بیان فرمائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں وہ بیان کروں تیرا دل اس کی تاب نہ لا سکے گا اس معصوم لڑکی کا شور اور نالہ وزاری زور پکڑ گئی۔ کہتے ہیں کہ دریں اثنا آنحضرت ﷺ نے ایک آواز سنی اوپر نظر اٹھائی اور حمزہ کو اوپر کھڑا دیکھا، حمزہؓ کہہ رہے تھے یارسول اللہ میری فاطمہ کو اچھی طرح رکھنا اور میری غریب یتیمہ کے حال سے غافل نہ رہنا۔ خواجۂ عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اسکو اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ کہا عالم غیب سے آنحضرت ﷺ کے گوشِ مبارک میں آواز پہنچی کہ اے محمد جیسے آپ نے حمزہ کی لڑکی کو قبول کیا میری لطف و رحمت نے آپ کی امت کے گنہگاروں کو قبول کیا اور آپ ﷺ کو لطف و عنایت کا مضمون عنایت فرماتے ہیں: **ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ ہ** (ترجمہ) اور عنقریب تیرا رب تجھے عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت عائشہؓ نے یہ مضمون پڑھا عرض کیا یارسول اللہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کی نصف امت کو بخش دیں کیا آپ خوش ہو جائیں گے۔ فرمایا اگر ایک شخص بھی میری امت کے گنہگاروں میں جہنم میں پڑا رہے گا خدا کے عزت کی قسم خوش نہیں ہو جاؤں گا۔ نقل کیا گیا ہے کہ جب حضرت رسالت شہر کے دروازے پر پہنچے تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ مہاجر اور انصار صحابہؓ میں سے جو زخمی تھے ان کو اپنے اپنے گھروں میں بھیجا تا کہ اپنے زخموں کی مرحم پٹی کرائیں۔ جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں قدم مبارک رکھے تو اکثر انصار کے گھروں سے عورتوں کے رونے کی آواز سنی لیکن حضرت حمزہ کے گھر سے رونے کی کوئی آواز نہیں سنی فرمایا:

ولٰکن حمزۃ لا بواکی لہ

اور حمزہ پر کوئی رونے والا نہیں

سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیر اور دیگر انصارؓ نے یہ باتیں سنی۔ انہوں نے اپنی عورتوں سے کہا کہ پہلے حمزہ کے گھر جائیں اور ان پر روئیں اس کے بعد اپنے گھروں میں آ کر اپنے خاندان کے عزیزوں پر نوحہ کریں اور انصار کی عورتیں مغرب اور عشاء کے درمیان آنحضرت ﷺ کے چچا کے گھر گئیں اور لگ بھگ نصف رات تک حضرت حمزہؓ پر رویا۔ اسی دوران آنحضرت ﷺ نیند سے بیدار ہو گئے۔ پوچھا کہ یہ کیا آواز ہے جب حقیقت حال سے آگاہ ہو گئے تو فرمایا **رضی اللہ عنکن و عن**

اولادکن (ترجمہ) اللہ تم سے اور تمہاری اولاد سے راضی ہوجائے۔

وَعَنُ الْبَرَاءِ بُنِ عَاذِبٍ قَالَ صَالَحَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمَ الْحُدَیْبِیَّتِه عَلٰی ثلاثَةِ اَشْیَاءِ عَلٰی اَنَّ مَنَ اتاهُ الْمُشْرِکِیْنَ رَدَّهٗ اِلَیْهِمْ وَمَنْ اَتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ لَمْ یَرُدُّوْهُ وَعلٰے اَنْ یَدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ وَیُقِیْمَ بِهَا ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فَلَمَّادَخَلَهَا وَمَضٰے الْاَجَلُ خَرَجَ فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِیْ یا عَمِّ یا عَمِّ فَتَنَا وَلَهَا عَلِیٌّ فَاَخَذَ بِیَدِهَا فَاخْتَصَمَ فِیْهَا عَلِیٌّ وَزَیْدٌ وَجَعْفَرٌ فَقَالَ عَلِیٌّ اَنَا اَخَذْتُهَا وَ هِیَ بِنْتُ عَمِّیْ وَقَالَ جَعْفَرٌ بِنْتُ عَمِّیْ وَ خَالَتُهَا تَحْتِیْ وَ قَالَ زَیْدٌ بِنْتُ اَخِیْ فَقَضٰے بِهَاالنَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِخَالَتِهَا وَقَالَ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ وَقَالَ لِعَلِیِّ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ وَقَالَ لِجَعْفَرٍ اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَ خُلُقِیْ وَ قَالَ لِزَیْدٍ اَنْتَ اَخُوْنَا وَ مَوْلَانَا مُتَّفِقٌ عَلَیْه۔ مشکواة حدیث نمبر (۳۲۳۰)

حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں پر صلح کی تھی ایک تو یہ کہ مشرکوں میں سے جو شخص آپکے پاس آجائے آپ اس کو واپس فرمادیں دوسرے یہ کہ مسلمانوں میں سے جو شخص مشرکوں کے پاس چلا جائے مشرک اس کو آپکے پاس واپس نہ کریں تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آیندہ سال مکہ میں تشریف لائیں۔ اور اپنا عمرہ قضا کریں اور صرف تین دن مکہ کے اندر قیام فرمائیں۔ چنانچہ آیندہ سال جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے اور تین دن کے بعد واپسی کا ارادہ کیا تو حمزہؓ کی بیٹی آپ کے پیچھے یہ کہتی ہوئی دوڑیں اے میرے چچا! اے میرے چچا حضرت علیؓ نے اس بچی کو پکڑ لیا یعنی اپنے ہمراہ لے لیا اس کے بعد حضرت علیؓ، زیدؓ اور جعفرؓ کے درمیان اس بچی کی پرورش کے بارہ میں جھگڑا ہوا (یعنی ان میں سے ہر ایک نے یہ چاہا کہ وہ اس بچی کی پرورش کرے) حضرت علیؓ نے کہا میں نے اس بچی کو لیا ہے یعنی میں اس کو لایا ہوں اور پھر وہ میرے چچا کی بیٹی ہے جعفرؓ نے کہا یہ بچی میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ زیدؓ نے کہا یہ بچی میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جھگڑے کا فیصلہ اس طرح کیا کہ حمزہؓ کی بیٹی کو اس کی خالہ کے سپرد کردیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کے برابر ہے اور حضرت علیؓ سے فرمایا تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں اور جعفرؓ سے فرمایا تو میری پیدائش اور میرے خلق میں مشابہ ہے اور زیدؓ سے فرمایا تو ہمارا بھائی ہے اور ہمارا محبوب ہے۔
(بخاری و مسلم)

تفسیر ابن کثیر میں مسند احمد کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ احد والے دن عورتیں مسلمانوں کے پیچھے تھیں جو زخمیوں کی دیکھ بال کرتی تھیں۔ مجھے تو پوری طرح یقین تھا کہ آج کے دن ہم میں کوئی ایک بھی طالب دنیا نہیں بلکہ اس وقت اگر مجھے اس بات پر قسم کھلوائی جاتی تو کھا لیتا لیکن قرآن میں یہ آیت اُتری منکمُ مَّن یُرِ یدُالدُّنیاَالخ یعنی تم میں سے بعض طالب دنیا بھی ہیں۔ جب صحابہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اختلاف رائے ہوا اور آپ کی نافرمانی سرزد ہوئی تو ان کے قدم اکھڑ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف سات انصاری اور دو مہاجر باقی رہ گئے۔ جب مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو انھیں ہٹائے تو ایک انصاری اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس جم غفیر کے مقابل تنِ تنہا داد شجاعت دینے لگے یہاں تک کہ وہ شہید ہوگئے۔ پھر کفار نے حملہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا پھر ایک انصاری تیار ہوگئے اور اس بے جگری سے لڑے کہ انھیں آگے نہ بڑھنے دیا لیکن بالآخر یہ بھی شہید ہوگئے یہاں تک کہ ساتوں صحابہؓ خدا کے ہاں پہنچ گئے اللہ ان سے خوش ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین سے فرمایا افسوس ہم نے اپنے ساتھیوں سے فنصفانہ معاملہ نہ کیا۔ اب ابوسفیان نے بلند آواز سے کہا اُعْلُ هُبَلُ ہبل بت کا بول بالا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰہُ اَعلیٰ وَ اَجَلُّ۔ ابوسفیان نے کہا لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ ہمارا عزیٰ بت ہے تمھارا کوئی عزیٰ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو اَللّٰہ مَوْلَانَا وَالْکَافِرُوْنَ لَا مَوْلٰی لَهُم اللّٰه ہمارا مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولا نہیں۔ ابوسفیان کہنے لگا آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے کوئی دن ہمارا اور کوئی دن تمھارا۔ یہ تو ہاتھوں ہاتھ کا سودا ہے۔ ایک کے بدلے ایک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز برابری نہیں ہمارے شہداء زندہ ہیں اور روزیاں دئے جارہے ہیں اور تمہارے مقتول جہنم میں عذاب کئے جارہے ہیں۔ پھر ابوسفیان بولا اپنے مقتولوں میں تم دیکھو گے کہ بعض کے ناک کان وغیرہ کاٹ لئے گئے ہیں لیکن میں نے یہ نہ کہا نہ اسے روکا۔ نہ اسے میں نے پسند کیا نہ ناپسند کیا نہ مجھے یہ بھلا معلوم ہوا نہ بُرا۔ اب جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کردیا گیا تھا۔ اور ہندہ نے ان کا کلیجہ لے کر چبایا تھا لیکن نِگل نہ سکی تو اُگل دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ناممکن تھا کہ اس کے پیٹ میں حمزہؓ کا ذرا سا گوشت بھی چلا جائے۔ خدائے تعالیٰ حمزہؓ کے کسی عضو بدن کو جہنم میں لے جانا نہیں چاہتا۔ چنانچہ حمزہؓ کے جنازے کو اپنے سامنے رکھ کر نماز جنازہ ادا کی۔ پھر

ایک انصاریؓ کا جنازہ لایا وہ حمزہؓ کے پہلو میں رکھا گیا۔ اور آپ ﷺ پھر نے نماز جنازہ پڑی۔ انصاریؓ کا جنازہ اُٹھالیا گیا لیکن حضرت حمزہؓ کا جنازہ وہیں رہا۔ اسی طرح ستر شخص لائے گئے اور حضرت حمزہؓ کی ستر (۷۰) دفعہ جنازے کی نماز پڑھی گئی۔ (مسند)

اخلاق

سیر الصحابہؒ میں لکھا ہے کہ حضرت امیر حمزہؓ کے اخلاق میں سپاہیانہ خصائل نہایت نمایاں ہیں۔ شجاعت، جانبازی اور بہادری ان کے مخصوص اوصاف تھے، مزاج قدرۃً تیز وتند تھا، شراب حرام ہونے سے پہلے اس کے عادی تھے، ایک دفعہ ایک انصاری کے میخانہ میں صحبت احباب گرم تھی اور دور ساغر کیساتھ ایک رقاصہ کی خوش الحان راگنوں سے محفل کا رنگ جما ہوا تھا، اسی حالت میں اس نے دو اونٹوں کی طرف اشارہ کرکے جو سامنے بندھے ہوئے تھے یہ مصرع پڑھا ع

الا یا حمزہ للشرف النواء

حضرت حمزہؓ نشہ کی مدحوشی میں بے اختیار کودے اور دونوں کے جگر اور کوہان کاٹ لائے، یہ اونٹ حضرت علیؓ کے تھے۔ انہوں یہ حال دیکھا تو آبدیدہ ہوکر دربارِ نبوت میں شکایت پیش کی۔ آنحضرت ﷺ ان کو اور حضرت زید بن حارثہؓ کو ساتھ لئے ہوئے اسی وقت اس محفل طرب میں تشریف لائے اور حضرت حمزہؓ کو ملامت فرمانے لگے، لیکن یہاں ہوش وحواس پر نشہ کا قبضہ ہو چکا تھا، انہوں نے ایک دفعہ سر سے پاؤں تک آنحضرت ﷺ کو گھور کر دیکھا اور آنکھیں لال پیلی کرکے بولے "تم سب ہمارے باپ کے غلام ہو" آپ نے مدہوشی کی یہ کیفیت دیکھی تو الٹے پاؤں لوٹ آئے۔

حضرت امیر حمزہؓ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور تمام نیک کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے، چنانچہ شہادت کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کی لاش سے مخاطب ہوکر اس طرح ان محاسن کی داد دی تھی، **رحمۃ اللہ علیک فانک کنت ما علمت وصولا للرحم فعولاق للخیرات** یعنی تم پر خدا کی رحمت ہو کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے تم قرابت داروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔

ازواج واولاد

صاحب سیر الصحابہؒ نے لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ نے متعدد شادیاں کیں، بیویوں کے نام یہ ہیں، **بنت الملہ، خولہ**

بنت قیس، سلمی بنت عمیس، ان میں سے ہر ایک کے بطن اولاد ہوئی، لڑکوں کے نام یہ ہیں، **ابو یعلی، عامر، عمارہ** آخر الذکر دونوں لاولد فوت ہوئے، ابویعلی سے چند اولادیں ہوئیں لیکن وہ سب بچپن ہی میں قضا کر گئیں، اس طرح حضرت حمزہ کا سلسلہ نسل شروع ہی میں منقطع ہوگیا۔ سلمی بنت عمیس کے بطن سے امامہ نام ایک لڑکی بھی تھی۔ (بخاری کتاب فرض الخمس)

فتح کے مکہ کے بعد رسول ﷺ نے مراجعت فرمائی تو بھائی بھائی کہہ کر اس نے پیچھا کیا۔ حضرت حمزہؓ کے رشتہ داروں میں سے حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ نے اس کو اپنی تربیت میں لینے کا دعویٰ پیش کیا لیکن آپ نے حضرت جعفرؓ کے حق میں فیصلہ دیا کیونکہ ان کی بیوی اسماء بنتِ عُمیس، امامہ کی حقیقی خالہ تھی۔ حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ کو امامہ سے شادی کر لینے کی ترغیب دی تھی لیکن آپ نے انکار کردیا اور فرمایا حمزہؓ میرا رضاعی بھائی تھا۔

حضرت وحشی بن حرب حبشی

یہ جبیر بن مطعم کے آزاد کردہ اور مکہ کے حبشیوں میں سے ہیں۔ یہ وہی ہیں جھنوں نے جنگ احد میں رسول اکرم ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ طائف کی جنگ کے بعد مسلمان ہوئے، پھر جنگِ یمامہ میں شریک ہوئے اور مسلمہ کذاب کو قتل کیا۔ یہ کہتے تھے کہ میں نے زمانہ کفر میں خیر الناس اور زمانہ اسلام میں شر الناس کو قتل کیا ہے۔ ملک شام میں سکونت پزیر ہوگئے پھر حمص میں انتقال فرمایا۔ آپ کے بیٹے اسحاق اور حرب نے آپ سے روایت کی ہے رسول اکرم ﷺ آپ کو اپنے سامنے سے ہٹادیا کرتے تھے،

حضرت جبیر بن مطعمؓ

آپ کی کنیت ابومحمد قرشی اورنوفلی ہے، فتح مکہ کے قبل اسلام میں داخل ہوئے۔ مدینہ میں قیام کیا ہے۔ اور وہیں ۵۴ھ میں وفات پائی۔ ایک کثیر جماعت آپ سے حدیث کی روایت کرتی ہے۔ آپ نسباً قریشی ہیں۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ

آپکی ماں کا نام ہندہ بن عقبہ ہے۔ والد ابوسفیان اور خود فتح مکہ میں صلح کرنے والے اور مولفتہ القلوب میں شامل ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کو اپنا کاتب بنالیا تھا۔ کہتے ہیں کہ صرف خطوط لکھا کرتے تھے وحی نہیں

لکھتے تھے ابن عباسؓ اور ابو سعیدؓ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ اپنے بھائی زید کے بعد ملک شام کے حاکم مقرر ہوئے۔ اور حضرت عمرؓ کے زمانے سے لیکر اپنی وفات تک امیر شام رہے۔ یہ زمانہ تقریباً ۲۰ سال کا ہوتا ہے۔ کیونکہ عہد فاروقیؓ میں چار سال، عہد عثمانی کا کل زمانہ، دور علیؓ اور دور امام حسنؓ نیز امام حسنؓ نے ۴۱ھ میں خلافت ان کے حوالے کر دی۔ تو یہ پورے ملک کے حاکم اور امیر بن گئے اور بیس برس تک برابر بادشاہ رہے۔ ماہ رجب ۶۰ھ میں لقوہ ہو گیا تھا۔ اس وقت بڑے افسوس کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ کاش میں قریش میں ایک معمولی آدمی ذی طویٰ کا ہوتا اور ان باتوں میں سے کوئی بات نہ دیکھتا۔ کہتے ہیں کہ ان کے پاس رسول اکرم ﷺ کی چادر، تہہ بند، کرتا اور کچھ موئے مبارک تھے۔ چنانچہ انتقال کے وقت وصیت کی کہ مجھ کو اس چادر، تہہ بند اور قمیص میں لپیٹ کر دفن کیا جائے۔ اور میری پیشانی، باچھوں اور نتھنوں پر روئے مبارک رکھ دئے جائیں۔ اور ناخن بھی ساتھ ہی دفن کئے جائیں اس کے بعد مجھے میرے الرحم الراحمین کے سامنے تنہا چھوڑ دیا جائے۔

ابوسفیان بن حربؓ

آپ بنی امیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ امیر معاویہؓ کے باپ ہیں۔ عام الفیل سے دس برس قبل پیدا ہوئے۔ مسلمان ہونے سے پہلے قریش کے معزز سرداروں میں شمار ہوتے تھے۔ اور قریش کے سرداروں کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ تالیف قلوب کے لئے جن لوگوں کو مال دیا گیا تھا ان میں یہ بھی شامل ہیں۔ غزوہ حنین میں شریک تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس موقعہ پر بھی تالیف قلب کے لئے ۱۰۰ اونٹ اور چالیس اوقیہ دئے تھے۔ غزوہ طائف میں ایک آنکھ جاتی رہی تھی۔ چنانچہ جنگ یرموک تک یہ کانے رہے۔ مگر یرموک میں دوسری بھی ضرب لگی۔ اور یہ بلکل اندھے ہو گئے۔ ۳۴ھ میں وفات ہوئی۔ بقیع میں دفن ہوئے۔ عبداللہ بن عباسؓ نے ان سے روایت کی ہے۔

ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ

ابوسفیان کی بیوی اور معاویہؓ کی ماں ہیں۔ فتح مکہ کے دن خاوند کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ حضور ﷺ نے دونوں کے نکاح کو باقی رکھا۔ یہ بڑی فصیحہ اور عاقلہ تھیں۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کی بیعت کی تو حضور ﷺ سب عورتوں مخاطب کر کے فرمایا۔ اے عورتو! خدا کے ساتھ تم کسی شریک مت کرنا اور چوری مت کرنا، چنانچہ ہندہ زوجہ ابوسفیانؓ بولیں یا رسول ﷺ! ابوسفیان مجھ کو خرچ بہت کم دیتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ضرورت کے موافق لے لیا کرو۔ جو تمہیں اور اولاد کو کافی ہو۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اے عورتو تم زنا مت کرنا۔ یہ بولیں یا رسول اللہ ﷺ

کیا آزاد عورتیں بھی زنا کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اولاد کو قتل مت کرنا۔ یہ بولیں آپ ﷺ نے اولاد کو چھوڑا ہی کب ہے۔ چھوٹے چھوٹے ہم نے پالے جب بڑے ہوئے تو آپ نے بدر میں قتل کر دیا۔ عہد فاروقی میں ہندہ نے وفات پائی۔ جس دن ابو قحافہ حضرت ابوبکرؓ کے والد فوت ہوئے۔ حضرت عائشہؓ ان سے روایت کرتی ہیں۔

حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب

آپ رسول اکرم ﷺ کے محترم چچا ہیں۔ ابو عمارہ کنیت ہے۔ رضاعت کا شرف بھی رکھتے ہیں اور وہ اس طرح کہ ثوبیہ ابولہب کی لونڈی نے آپ کو اور رسول پاک ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ اللہ کے شیر تھے۔ اسلام کے دوسرے سال مسلمان ہوئے۔ بعض روایت ہے کہ چھٹے سال اسلام لائے۔ جب کہ رسول اکرم ﷺ دارِ ارقم میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کو بڑی تقویت پہنچی۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ غزوہ اُحد میں شہادت حاصل کی۔ آپ کو شہید کرنے والا وحشی بن حرب تھا۔ جناب حمزہ رسول اکرم ﷺ سے عمر میں چار سال بڑے تھے۔ مگر حافظ ابن عبدالبر نے اس قول کی صحت سے انکار کیا ہے۔ کیونکہ آپ دودھ کے شریک ہیں۔ ممکن ہے کہ وقت وصال کے فرق سے دودھ پلایا ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جناب حمزہؓ آپ سے دو سال بڑے تھے۔ حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور زید بن حارثہؓ آپ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ عمارہ میں عین کا پیش اور ثوبیہ میں ثاء کا پیش پڑھنا چاہیے۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ

آپ حضور اکرم ﷺ کی حقیقی پھوپی ہیں۔ اسلام سے قبل شوہر کا نام حارث بن حرب ہے مگر حارث کے مرنے کے بعد آپ نے عوام بن خویلدؓ سے نکاح کر لیا۔ اور پھر آپ کے بطن سے حضرت زبیر پیدا ہوئے۔ بہت دن زندہ رہیں۔ اور پھر ۷۳ برس کی عمر میں عہد فاروقی میں ۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔ بقیع میں دفن کی گئیں۔

..............ختم شد..............

﴿گذشتہ سے پیوستہ﴾

بزرگانِ دین سے محبت اور استفادے کا شرعی طریقہ

(از ڈاکٹر نذیر احمد زرگر صاحب (پی۔ایچ۔ڈی۔اسلامیات کشمیر یونورسٹی)

سب پہلے آیئے یہ معلوم کریں کہ اولیاء کرام کون ہوتے ہیں؟ ان کی کیا کیا صفات ہوتی ہیں؟ اور ان کی پہچان کیسے ہو۔

پہلے قران مجید کی شہادت۔ سورۂ یونس کی آیت ۶۵؁ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْ ايَتَّقُوْنَ ہ

''سنو! جو لوگ اللہ کے دوست ہیں ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔''

اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں اہم امور کو سمجھنے کی کوشش کرینگے۔ سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ ولی کس کو کہتے ہیں۔ **وَلِیٌّ** عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے کئی معنی ہیں جن میں ایک دوست اور محبّ کے بھی ہیں۔ یہاں اس آیت کریمہ میں یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے۔ ولی کی جمع اولیــــاءُ ہے۔ اس طرح اولیاء اللہ کے معنی اللہ کے دوست ہیں۔ اسی کو ہم دوستانِ خدا، بزرگان دین اور اولیاء کرام جیسے ناموں سے ظاہر کرتے ہیں۔ چونکہ ولی کے ایک معنی قریب کے بھی آتے ہیں۔ اسطرح ولی وہ بزرگ ہستی ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو چکا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کا دوست اور اللہ اس کا دوست بن چکا ہوتا ہے ولی کو کس طرح اللہ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے اس کی نشان دہی بخاری شریف کی اس حدیث قدسی میں ملتی ہے:

''عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ان الله قال من عادیٰ لی ولياً فقد اٰذنتهٗ بالحرب ومن تقرب الیٰ عبدی احب الیٰ مما افترضت عليه ولا يزال عبدی يتقرب الی بالنوافل حتیٰ احببتهٗ فاذا احببتهٗ كنت سمعهُ الذی يسمع بهٖ و بصره الذی يبصر بهٖ و يده التی يبطش بها و رجل التی يمشی بها ......''

''حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو میں نے اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا، میرا بندہ جن چیزوں سے میرا تقرب حاصل کرتا ہے ان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ چیزیں ہیں جو میں نے اس پر فرض کر دی ہیں اور میرا بندہ مسلسل نوافل کے ذریعے سے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے اور جب وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے......''

معلوم ہوا کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل کے ساتھ انہماک اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو مدنظر رکھنے سے ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے رجو ولی ہوتے ہیں وہ اس معاملے میں امتیازی شان کے مالک ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا سورۂ یونس کی آیت مبارکہ ۶۵؁ کی روشنی میں اللہ کے دوستوں کی چند صفات نمایاں طور پر بیان فرمائی گئی ہیں جن میں ایمان اور تقویٰ سرفہرست ہیں۔ یعنی اولیاء کرام وہ پاک طینت لوگ ہوتے ہیں جو ان تمام باتوں پر دل سے یقین رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں ہیں اور رسول اکرم ﷺ کی کامل تصدیق کرتے ہیں اور قلب کے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرتے ہیں، گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں اور رسول کائنات ﷺ کی کامل اتباع کرتے ہیں۔ انہی لوگوں سے محبت رکھنا گویا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنا ہے اور ان سے بُغض رکھنا یا ان کو تکلیف پہنچانا اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے کے برابر ہے جب کہ ظاہر ہے کہ اللہ یعالیٰ سے جنگ کرنے کے کیا معنی ہوتے ہیں دنیا اور آخرت میں ذلت و رسوائی اور تباہی و بربادی اور بس!

صادقین یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ (التوبہ ۹:۱۱۹) ''مشہور مفسر قرآن علاّمہ محمود آلوسی بغدادی حنفی جو تیرہویں صدی ہجری میں اہل عراق کے مرجع اور بغداد کے مفتی اعظم تھے اس آیت کی تشریح میں اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ''روح المعانی'' میں لکھتے ہیں: المراد بالصادقين الذين صدقوا فی الدين نيةً و قولاً و عملاً یعنی صادقین وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کو اپنی نیت اور اپنے قول و عمل سے سچا ثابت کیا اور ہر اعتبار سے کھرے ایمان والے ثابت ہوئے۔ گویا ان سعید حضرات نے اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ اور دین حق کے ساتھ سچی دوستی نبھائی اس لئے یہ اللہ کے اور اللہ ان کا دوست

ہوگیا۔اللہ اوراس کے حبیب ﷺ کی کامل اطاعت میں ان حضرات نے جو قربانیاں جان،مال اور دنیوی تعلقات کی پیش کیں دنیا میں ان چیزوں کے ہاتھ سے جانے کا انہیں کائی غم نہیں اور آگے موت کے لمحے سے آنے والے حالات کا انہیں کوئی خوف نہیں کیونکہ آخرت خالصتاً انہی حضرات کا حصہ ہے ۔''**والعاقبة للمتقين** کہ اولیاء اللہ کی صف اول میں جو قدسی صفات ہستیاں ہیں وہ صحابہ کرامؓ ہیں ۔وہی اولیاء ہیں اور باقی سب ان کے پیچھے۔جس طرح سرور دو عالم ﷺ پر باب نبوت ہمیشہ کے لئے مقفل ہوگیا اسی طرح آپ کے جانثار صحابہؓ پر باب صحابیت بند ہوگیا۔عظیم سے عظیم ترین ولی بھی کسی عام صحابی کی گرد کو نہیں پہنچ سکتا۔اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔البتہ ولایت کا دروازہ صبح قیامت تک کھلا ہے اور حقیقۃً امت کی تاریخ میں کوئی دور بلکہ کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں گزرا جس میں کہ کثرت سے اللہ کے ولی موجود نہ ہوں۔ایسا ہمیشہ رہے گا۔

صحبت صالح ترا صالح کند

اب بات یہ ہے کہ ہم جیسے عام مسلمان ان بزرگانِ دین سے کس طرح کا تعلق رکھیں اور ان کے تئیں کیسا رویہ اختیار کریں۔اوپر جو سورۂ توبہ کی آیت ۱۱۹ پیش کی گئی اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے علامہ آلوسیؒ **کونوا مع الصادقين** کے ضمن میں فرماتے ہیں: **کونوا مثلهم في الصدق و خلوص النية** یعنی سچائی اوروراخلاص کے معاملے میں اس ہی جیسے ہوجاؤ۔گویا ہم جیسے لوگوں سے مطالبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کے سچے بندوں کا ساتھ دیں اور اس ساتھ اور صحبت سے اس طرح مستفید ہوجائیں کہ ہم بھی ان ہی مخلصین کی طرح دین کے معاملے میں مخلص بن جائیں ۔خلاصہ کلام یہ نکلا کہ عامۃ المسلمین بزرگان دین کے پاس رہیں،اُنکا ادب کریں،ان کے ارشادت سنیں۔

...............جاری..................

گذشتہ سے پیوستہ

شرعی اور فقہی اصطلاحات کی وضاحت سوال وجواب کی روشنی میں

(از عاصی غلام نبی وانی ایم۔اے عربی، فارسی کشمیر یونیورسٹی)

〈سوال〉 ابوحسن اشعری کا پورا نام کیا ہے؟

〈جواب〉 ابوحسن اشعری کا پورا نام ابوالحسن علی بن اسمٰعیل اشعری ہے۔

〈سوال〉 اشعری کا کیا مطلب ہے؟

〈جواب〉 یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔اوراس کا مطلب ہے بڑے بالوں والا۔ایک صحابی کا نام ابوموسی اشعریؓ تھا۔یہ صاحب اپنی نسبت یا تعلق ان صحابیؓ کے ساتھ جوڑتے تھے اور اس انتساب (connection) کی وجہ سے اشعری کہلاتے ہیں۔

〈سوال〉 سنی مسلمانوں کے درمیان ان کا کیا مقام ہے؟

〈جواب〉 سنی مسلمان ان کو فنِ کلام (scholastic philosophy) کا امام مانتے ہیں

〈سوال〉 سنی مسلمان کسے کہتے ہیں؟

〈جواب〉 جو شخص رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہؓ کے طریقہ پر چلے۔ان کی تعلیمات کو دل سے مانے اور انپر عمل کرے۔ایسے شخص کو سنی مسلمان کو کہتے ہیں۔اور اگر کوئی نیا مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوجائے جس کا جواب اس وقت تک کتابوں میں موجود نہ ہو اور اس کا حل کرنا یا جواب دینا ضروری بن جائے تو اس بنیادی اصول کے ماننے والے عُلماء کی اکثریت جس بات کے ساتھ اتفاق کریں تو عوام کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری بن جاتا ہے اور یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔اس اصول کو ماننے والے اور اس کے مطابق عمل کرنے والے مسلمانوں کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں یعنی سنت اور سواد اعظم کے طریقے کو اپنانے والے۔

〈سوال〉 سواد اعظم کا کیا مطلب ہے؟

〈جواب〉 سوادِ اعظم ویسے بڑے شہر کو بھی کہتے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد علماء کی اکثریت (Majority) ہے۔

〈سوال〉 کیا ان دو اماموں کے درمیان کوئی خاص اختلاف ہے؟

〈جواب〉 کوئی شدید اختلاف نہیں ہے البتہ مسئلہ تکوین وغیرہ میں کچھ اختلاف ہے۔

〈سوال〉 تکوین کا کیا مطلب ہے؟

〈جواب〉 تکوین پیدا کرنے کو کہتے ہیں یا کسی چیز کو وجود میں لانے کو کہتے ہیں۔ یہ خاص صفت خدا کی ہے۔ ہم خدا کی بنائی ہوئی چند چیزوں میں کچھ کانٹ چھانٹ تو کر سکتے ہیں لیکن ان کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ کانٹ چھانٹ بھی ان ہی چیزوں تک محدود ہے جن پر اللہ نے ہمیں کچھ اختیار دیا ورنہ بہت ساری اللہ کی پیدا کی ہوئی موجودات پر ہمارے چاہنے کے باوجود بھی ہمارا کچھ اختیار نہیں ہے۔ اس مسئلہ تکوین میں ان دو حضرات کا آپس میں کچھ اختلاف ہے۔ جو فروع (Minor & not primary importance) نوعیت کا ہے۔ باقی تمام مسائل میں متفق ہیں۔

〈سوال〉 جن باتوں میں ان دو بزرگوں کے درمیان اختلاف ہے ان میں حنفی کس کو مانتے ہیں اور شافعی کس کی بات کو تسلیم کرتے ہیں؟

〈جواب〉 اختلافی مسائل میں شافعی لوگ امام ابوحسن اشعری کے تابع (Follower) ہیں اس وجہ سے ان کو اشعریہ کہتے ہیں اور حنفی امام ابومنصور ماتریدی کے تابع ہیں اسلئے ان کو ماتریدیہ کہتے ہیں۔

〈سوال〉 اہل سنت میں کون لوگ شمار کئے جاتے ہیں؟

〈جواب〉 اہل سنت میں حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی داخل ہیں۔

〈سوال〉 کیا اہل حدیث بھی اس میں داخل ہیں؟

〈جواب〉 اہل حدیث بھی عقائد الاسلام کے مصنف مولانا عبدالحق حقانی دہلوی کے نزدیک داخل ہیں۔

〈سوال〉 کیا متقدمین کے زمانے میں یہ عقائد جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں مذکور (Mentioned) ہوا کرتے تھے؟

〈جواب〉 جی ہاں! ان کے زمانے میں یہ عقائد مذکور ہوتے تھے۔

〈سوال〉 متقدمین کن کو کہتے ہیں؟

〈جواب〉 متقدمین پہلے زمانہ کے لوگوں کو کہتے ہیں۔

〈سوال〉 کیا اس زمانہ میں اس علم عقائد یا کلام میں منطق (logic) اور فلسفہ (Philosophy) کا

کچھ دخل تھا؟

〈جواب〉 نہیں! بلکل دخل نہیں تھا۔ مثلاً فقہ اکبر جو امام ابوحنیفہؒ کی کتاب ہے اس میں منطق وفلسفہ کی کوئی بات نہیں البتہ وہ لوگ ایک خاص فرقہ کا (جن کو معتزلہ کہتے تھے) بہت زیادہ رد کرنے کا اہتمام کرتے تھے تا کہ عوام معتزلہ کے جال میں نہ پھنس جائیں۔ کیونکہ وہ فلسفیانہ موشگافیوں کا سہارا لیتے تھے۔

〈سوال〉 معتزلہ کن کو کہتے ہیں؟

〈جواب〉 معتزلہ علٰحدگی اور گوشہ نشینی کرنے والے کو کہتے ہیں۔

〈سوال〉 ان لوگوں نے کون سی علٰحدگی اختیار کی؟

〈جواب〉 ان لوگوں کا قصہ یہ ہے کہ ان میں ایک شخص تھا جس کا نام واصل بن عطا تھا۔ یہ ایک دن شیخ حسن بصریؒ کی مجلس میں تھا اور کہنے لگا کہ کبیرہ گناہ (Grievous Sin) کرنے سے نہ مومن رہتا ہے نہ کافر ہوتا ہے۔ حسنؒ نے فرمایا **قَدْ اِعْتَزَلَ عَنَّا** یعنی یہ شخص جمہور اسلام (Large number of Muslims) سے الگ ہوگیا۔ لہٰذا اسی دن سے واصل کے گروہ کو معتزلہ کہنے لگے۔ یعنی عام مسلمانوں کے صحیح عقائد سے علٰحدگی اختیار کرنے والے۔

〈سوال〉 کیا معتزلہ کی طرح اور بھی کوئی فرقہ وجود میں آیا؟

〈جواب〉 جی ہاں! جو لوگ جمہور اہل اسلام سے عقائد میں مختلف ہوتے گئے اُن فرقوں کے الگ الگ نام ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ حضورﷺ کے فرمان کے مطابق بہتر فرقے نکلے اور وہ سب کے سب گمراہ ہیں۔

〈سوال〉 کیا یہ لوگ دوزخ سے نجات پائیں گے؟

〈جواب〉 اگر ان کے عقائد کفر کی حد تک نہ پہنچے ہونگے تو آخر کار دوزخ سے نجات پائیں گے۔

〈سوال〉 جب یہ سب فرقے گمراہ ہیں تو راہ راست پر کون سا فرقہ ہے؟

〈جواب〉 تہتر واں فرقہ راہ راست پر ہے جو جمہور اہل اسلام کا ہے اور اسی کا نام اہل سنت اور فرقہ ناجیہ ہے۔

..........باقی آئندہ انشاءاللہ..........

﴿درسِ مثنوی مولانائے رومؒ﴾

(از عاصی غلام نبی وانی ایم۔اے عربی، فارسی کشمیر یونیورسٹی)

پہلا سبق

﴿بشنواز نے﴾

یہ مثنوی مولانا رومؒ کا دیباچہ ہے۔اوراس کا پہلا شعراس طرح ہے

بشنواز نے چون حکایت می کند☆ وز جدائی ہا شکایت می کند

کز نیستاں تا مرا بریدہ اند☆ از نفیرم مردوزن نالیدہ اند

〈ترجمہ〉

بانسری سے سن! کیا بیان کرتی ہے اور جدائیوں کی شکایت بیان کرتی ہے؟ کہ جب سے مجھے بنسلی سے کاٹا ہے۔میرے نالہ سے مرد وعورت سب روتے ہیں۔

〈تشریح〉

ایک طالبِ علم جب بزرگانِ دین کی زبان سے مولانا رومیؒ کی مشہور عالم کتاب یعنی مثنوی کا مرتبہ سنتا ہے تو اس کے کان کھڑے ہوجاتے ہیں لیکن جب سب سے پہلے وہ بانسری کا لفظ دیکھتا ہے تو وہ حیران رہ جاتا ہے کہ اتنی بڑی کتاب کا آغاز کیوں اس چیز کے تذکرہ سے کیا گیا ہے جو آلاتِ مزامیر میں شامل ہے۔جس کو گانے والے اپنے گانے بجانے میں استعمال کرتے ہیں۔کیا اس بانسری کے بغیر مولانا رومی کے پاس اور کوئی لفظ نہیں رہا تھا جس کی وجہ سے یہ لفظ پہلے ہی مصرعے میں استعمال کیا گیا۔ بانسری کو ایک معمولی آلہ سمجھ کر اسکا دل مثنوی سے کوئی اثر نہیں لیتا ہے۔اس لئے اس امر کی وضاحت ضروری ہے تاکہ قارئین کے دلوں میں مثنوی کا ہلکا پن نہ آجائے۔

مولانا رومیؒ نے اس مناسبت سے یہ لفظ استعمال کیا ہے کہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اس دنیا سے پہلے ہم عالم ارواح میں تھے۔جہاں صرف انسانوں کی روحیں تھیں اور جسم نہیں تھے۔اُس پاک عالم میں کسی برائی اور نافرمانی کا کوئی امکان نہیں تھا اتنی روحیں تھیں کہ اگر ان کو بانسوں کے جنگل سے تشبیہ دی جائے تو کوئی بے جوڑ نسبت نہیں ہوگی۔اگر ایک بانس کو جو ایک لمبا اور اندر سے کھوکھلا درخت ہوتا ہے

کاٹ کر اسے ہم جنسوں سے الگ کیا جائے اور اس کی ایک بانسری یعنی ایک قسم کا منہ باجا بنایا جائے تو اس سے ایک ایسی درد بھری آواز نکلتی ہے جو سننے والوں کو مست و مدہوش کرتی ہے۔اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے لوگو کیا تمہیں معلوم ہے کہ بانسری کی آواز میں یہ اثر کیوں ہے۔وجہ اس کی یہ ہے کہ

دل سے جو بات اُٹھتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں قوّت پرواز رکھتی ہے

یہ بانسری دراصل یہ قصہ بیان کرتی ہے کہ جب سے مجھے بانسوں کے جنگل سے کاٹ کر الگ کر دیا گیا تب سے میں بے قرار ہوں کیوں کہ ایک ہم جنس اپنے ہی ہم جنسوں کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے۔عالم ارواح میں نورِ الٰہی کا ہر آن مشاہدہ ہوتا ہے اور اس دنیا میں جس کو علم ناسوت یعنی (فانی دنیا) کہتے ہیں ہر آن غفلت اور ظلمت کا سایہ پڑا رہتا ہے لہذا انسان کی روح کو یہاں حقیقی سکون و آرام حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔اس لئے ایک حقیقی عاشق نالہ وزاری کرتا رہتا ہے۔خود بھی روتا ہے اور لوگوں کو بھی رلاتا ہے ۔لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ جس طرح بانسری کی آواز کا رُخ موڑ کر گانا بجانے والے ایک حقیر کمائی کے لئے استعمال کرتے ہیں اسی طرح دنیا پرست اور خود غرض انسان اللہ کے سچے عاشقوں کی نالہ وزاری کا کچھ اور ہی مطلب لیتے ہیں۔ان کے اندرونی احوال سے ناواقف لوگ ان کو معمولی انسان سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں۔حالانکہ ان کی نالہ وزاری کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اس روحانی اور پاک عالم میں پھر پہنچ جائیں جہاں سے صرف آزمانے کے لئے اُنہیں اس دنیا میں لایا گیا۔کیونکہ یہ بات اللہ کے علم وارادہ میں ہمیشہ سے تھی کہ ایمان دار اور نیک لوگوں کو جنت میں داخل کرے اور بے ایمانوں اور بُرے لوگوں کو جہنم میں اور اس طرح اپنے جلالی اور جمالی صفات کا اظہار کرے۔لیکن بغیر آزمائے ایک تنفس کو جہنم میں ڈالنا اور اپنی شان قہاری کا اظہار کرنا اور اسی طرح کسی کو جنت میں داخل کرنا اور ہمیشہ کی عزت سے نوازنا خبیث لوگوں کے ذہن میں ایک سوالیہ پیدا کر سکتا تھا کہ کیوں انہیں بلاوجہ جہنم میں ڈالا گیا۔لہذا ان پر اسی حقیقت کو آشکارا کرنے کے لئے دنیا کے اندر ڈالا گیا۔تاکہ ان پر ظاہری حجت بھی پوری ہوجائے۔عالم ارواح میں جو سکون واطمینان پاک روحوں کو حاصل تھا اُسی سے دوبارہ ہم کنار ہونے کے لئے دنیا کے اندر وہ بانسری کی طرح نالہ وزاری کرتے ہیں اور ناپاک لوگ ان کو اس دنیا میں طرح طرح سے تنگ کرتے ہیں اور اپنی طرح معمولی

انسان سمجھ کر ان پر ہنستے ہیں۔ دنیا کی مشغولی ان کو اندھا بنا دیتی ہے۔ وہ روپے پیسے کی خاطر اپنے دین ایمان کو داؤ پر لگاتے ہیں۔ ان کو پاک لوگوں کی باتیں سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رہتی ہے۔ اور ان کی آنکھ کا یہ چھوٹا سا پیالہ کبھی سیر نہیں ہوتا ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کی آہ وزاری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کب وہ اس قید خانے سے چھوٹ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملیں۔ جس کے وجود سے ان کا وجود قائم ہے۔ یہ دنیا اور اس کا گرد وغبار ان کے اور اللہ کے درمیان ایک پردہ بنا ہوا ہے۔ اور وہ اس پردے کو پھاڑنا چاہتے ہیں۔ وہ عشق کی آگ سے ان ظاہری پردوں کو جلانا چاہتے ہیں۔ اور ان کو ظاہری ٹھاٹ بھاٹ کے ساتھ کوئی غرض نہیں ہوتی ہے۔

یہ ان اشعار کا خلاصہ ہے جو مثنوی کا دیباچہ ہیں اور ان اشعار سے اس طرف اشارہ ہے کہ تم یاد کرو کہ تمہاری اصلی حالت کیا تھی اس کے بعد اس حالت کے دوبارہ پیدا کرنے کی ترغیب دی اور اس کا طریقہ یہ بتایا کہ آخرت کی فکر کرنی چاہیئے۔ آخری اشعار میں یہ بات فرمائی کہ ؎

بند بگسل باش آزاد اے پسر ☆ چند باشی بندِ سیم وبندِ زر

(ترجمہ) اے بیٹا قید کو توڑ آزاد ہو جا سونے چاندی کا قیدی کب تک رہے گا

رُوتُو زنگار از رُخ او پاک کُن ☆ بعد ازاں آں نور را ادراک کن

(ترجمہ) جا تو دل کے چہرے کو زنگ سے صاف و پاک کر پھر اس کے بعد نورِ الٰہی کو حاصل کر۔ اس نور الٰہی کے حاصل کرنے کے طریقے کو مولانا نے ایک بادشاہ اور لونڈی کے قصے کے ساتھ جوڑا ہے جو مثنوی کی پہلی سبق آموز کہانی ہے۔

(جاری)

کشمیر کے پانچ بڑے علماء

(از عاصی غلام نبی وانی ایم۔اے عربی، فارسی کشمیر یونیورسٹی)

(۱) حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ

1875ء میں کشمیر کے علاقہ لولاب میں پیدا ہوئے۔ چھ برس کی عمر تک آپ نے اپنے والد صاحب کے پاس قرآن شریف کے علاوہ فارسی کے چند چھوٹے موٹے رسالے پڑھے۔ پھر مولوی عبدالجبار اور مولوی محمد سے فارسی وعربی کی تعلیم حاصل کی۔ یہ دونوں بزرگ علاقہ کامراج کے نامور علماء میں سے تھے۔ 1887ء سے 1889ء تک ضلع ہزارہ کے مختلف علماء وصلحا کی خدمت میں رہ کر علمِ دین حاصل کرتے رہے۔ 1890ء میں سولہ سترہ برس کی عمر میں ہندوستان کے مشہور مذہبی ادارہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب آپ کے اُستاد تھے۔ باوجود استاد ہونے کے آپ کی خداداد صلاحیتوں کو دیکھ کر آپ کا بڑا ادب کرتے تھے۔

1894ء میں اس ادارہ سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ بجنور میں مولانا مشیت اللہ صاحب کے پاس رہے۔ تذکرہ مشائخ دیوبند میں آپ کے متعلق مؤلفِ کتاب نے لکھا ہے۔ ''جس زمانہ میں آپ بجنور میں مقیم تھے۔ آپ کے دیوبند کے ایک اور ساتھی حضرت مولانا امین الدین صاحب نے دہلی میں ایک مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس کے لئے انہوں نے حضرت شاہ صاحب کا تعاون نہایت ضروری سمجھا۔ چنانچہ وہ آپ کو لینے کے لئے بجنور گئے۔ لیکن جب انہوں نے اپنا خیال اور ارادہ ظاہر کیا۔ تو حضرت شاہ صاحب کسی قدر تذبذب میں مبتلا ہوگئے۔ اپنی اس کیفیت قلب اظہار کا آپ نے ایک مرتبہ ان الفاظ میں فرمایا تھا۔

''مجھے خیال ہے کہ موجودہ حالات میں مدرسہ کا چلنا ناممکن ہے۔ لیکن میں اپنے مخلص ساتھی کی دل شکنی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ لہٰذا ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس وقت میرے پاس سولہ سترہ روپے تھے۔ وہ بھی میں نے امین الدین کو دیدیئے۔ اور ہم دونوں دہلی میں پہنچ کر کام میں لائے''۔

اس قلیل رقم میں سے جو حضرت شاہ صاحب نے ایک ادارے کو چلانے کے لئے دی تھی۔ کچھ کاغذ اور چند رجسٹر خریدے گئے اور کام شروع کر دیا گیا۔ ابتداءً مدرسہ سنہری مسجد میں قائم ہوا

تھا۔اسی میں ایثار اور قربانی کے یہ دونوں مجسمے طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھا کر اور فاقہ کی صعوبتیں برداشت کر کے اپنے فرائض کی انجام دہی کرتے رہے۔آخر کار اللہ تعالیٰ نے دونوں کی نیت اور محنت کا ثمرہ عطا فرمایا۔اہل دہلی کو احساس ہوا۔داخلے بڑنے لگے۔مالی امداد ملنے لگی اور یہ مکتب مدرسہ امینیہ کی شکل میں منصۂ شہود پر آ گیا۔حضرت شاہ صاحب اس مدرسہ میں مدرس اول کی حیثیت سے کافی عرصہ تک کام کرتے رہے۔آپ کی ان ہی خدمات اور قربانیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے فرمایا تھا ''مولانا مولوی محمد انور شاہ صاحب اس مدرسہ کے اعلیٰ اور اول محسن ہیں۔ان کا شکریہ ادا کرنا اور ان کو یاد رکھنا اہل مدرسہ پر فرض ہے''۔

کئی سال تک مدرسہ امینیہ میں مدرس اول کے فرائض انجام دینے کے بعد آپ اپنے وطن کشمیر تشریف لے آئے۔

سیرت انور مطبوعہ ادارہ ہادی دیوبند میں مسعود احمد صاحب قاسمی نے لکھا ہے کہ مدرسہ امینیہ میں اس زمانے میں حضرت شاہ صاحبؒ صدر مدرس اور مولنا مفتی کفایت اللہ مرحوم مدرس دوم تھے

1902ء میں اپنے بھائی کی وفات پر کشمیر تشریف لائے۔آپ کے والد صاحب نے آپ کو کشمیر میں رکا یا اور کچھ زمانہ وطن میں ہی گذارا۔**1905ء** میں اپنے چند اہل علم ساتھیوں اور قصبہ بارہمولہ (کشمیر) کے مشہور رئیس خواجہ عبدالصمد ککرو کے ہمراہ فریضہ حج کے لئے حجاز تشریف لے گئے۔حج ادا کرنے کے بعد واپس کشمیر تشریف لائے اور بارہمولہ میں مدرسہ فیض عام نامی دینی ادارہ قائم کیا۔اور تین سال وہیں طالبانِ حدیث رسول اکرم ﷺ کی علمی پیاس بجھانے میں مصروف رہے۔**1910ء** میں دیوبند میں جلسہ دستار بندی میں شریک ہونے کے سلسلے میں آپ کو مدعو کیا گیا۔**1910ء** میں ہی آپ کے اساتذہ نے آپ کو دارالعلوم میں پڑھانے کے لئے رُکایا۔**1914ء** تک بحیثیت مدرس کام کرتے رہے اور **1915ء** سے **1927ء** تک بحیثیت صدر مدرس دیوبند اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔**1928ء** میں چند اختلافات کی بنیاد پر ڈابھیل تشریف لے گئے جہاں **1932ء** تک تشنگان علوم کو سیراب فرماتے رہے۔پھر صحت ناساز ہونے کی وجہ سے دیوبند واپس تشریف لائے اور **1933ء** میں رحمت حق ہو گئے۔آپ اپنے پیچھے اپنی عالی قدر تصانیف اور کثیر تعداد میں عالی مرتبت شاگردوں کی ایک بڑی جماعت چھوڑ کر چلے۔

(۲) مولوی عبدالکبیر صاحب رینہؒ

مولوی عبدالکبیر صاحب ۱۳۰۹ھجری مطابق ۱۸۹۱ء علاقہ حمل کے موضع منڈی گام میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد صاحب کا نام غلام محمد تھا۔اُن کو عربی اور فارسی میں اچھی مہارت حاصل تھی۔انہوں نے لفہ اور مانسہرہ میں کئی سال تک حدیث اور صرف ونحو کی تعلیم حاصل کی۔مولوی عبدالکبیر صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے اپنے گاؤں میں ہی حاصل کی ۱۹۱۱ء میں دیوبند گئے۔جہاں اس زمانے میں مولانا محمد انور شاہ صاحب بحیثیت مدرس کام کر رہے تھے۔۱۹۲۲ء میں فارغ التحصیل اور فاضل دیوبند ہو کر واپس آئے۔کشمیر کے مولوی سید میرک شاہ،سید یوسف شاہ وترہیل،مولانا محمد یوسف میر واعظ کشمیر اور مولوی عبداللہ میر سوپوری ایک ہی زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کے نامور کشمیری طلباء میں سے تھے۔مولف تاریخ اقوام کشمیر نے لکھا ہے کہ ''مولوی عبدالکبیر صاحب فارغ التحصیل ہو کر ابھی دیوبند میں ہی تھے کہ ریاست جلال آباد ممدوٹ کے ایک رئیس اپنی تعلیم کے لئے ان کو پنجاب لے آئے۔آپ جلال آباد میں ایک سال رہ کر امرتسر چلے گئے۔''اور وہاں انجمنِ نصرت الحق کے مدرسہ نصرت الحق میں صدر المدرس ہو گئے۔

۱۹۴۷ء تک وہیں تصنیف وتالیف،فتویٰ اور درس وتدریس میں محو رہے۔۱۹۴۷ء کے بعد مولانا محمد سید صاحب مسعودی کی سفارش پر شیخ صاحب مرحوم نے جامعتہ العلوم حضرت بل میں پرنسپل مقرر کیا۔اور تادم آخر اسی عہدہ پر متمکن رہے۔آپ نے کئی قابل قدر رسایل تصنیف کئے۔صرف،نحو،منطق وغیرہ علوم میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

(۳) میر واعظ کشمیر مولانا محمد یوسف شاہ صاحب

فاضل دیوبند مولانا محمد یوسف شاہ صاحب کے والد محترم کا نام رسول شاہ صاحب تھا۔رسول شاہ صاحب سات برس کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے تھے۔مولانا رسول شاہ صاحب ۱۳۲۷ھ یعنی ۱۹۰۹ء میں وفات پا گئے۔والد صاحب کی وفات کے وقت مولانا یوسف شاہ صاحب بارہ تیرہ سال کے تھے۔اس لحاظ سے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۹۶ء بن جاتی ہے۔مولانا محمد یوسف شاہ صاحب مولانا انور شاہ صاحب کے شاگرد تھے۔مولانا عبدالکبیر رینہ صاحب آپ کے ہم جماعتی تھے۔ابتدائی

تعلیم اپنے والد ماجد مولانا رسول شاہ صاحب اور مولانا محمد حسین شاہ صاحب وفائیؒ سے حاصل کی۔لیکن والد صاحب کی وفات کے بعد باقاعدہ اسلامی تعلیم حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔اس وقت دارالعلوم دیوبند میں مولانا انور شاہ صاحبؒ مسند درس پر جلوہ افروز تھے۔شاہ صاحبؒ نے نہ صرف بذات خود آپ پر ازراہ شفقت اپنا ہاتھ رکھا بلکہ دیوبند کے دوسرے اساتذہ کو بھی آپکا اور آپکے خاندان کا تعارف کرایا۔سات سال تک مولانا انور شاہ صاحب کے زیرسایہ تعلیم دین میں مصروف رہے۔آخری سال پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔اسکے بعد واپس اپنے آبائی وطن سرینگر تشریف لائے۔واپسی پر آپ نے سلسلہ وعظ شروع کیا۔اور مدرسہ عربیہ اورینٹل کالج انجمن نصرت الاسلام میں بحیثیت پرنسپل تعلیمی خدمات کا سلسلہ جاری رکھا۔میر واعظ مولانا احمد اللہ صاحب کی وفات کے بعد آپ قومی خدمات کی طرف متوجہ ہوئے۔۱۹۴۷ء میں آپ مہاجر بن گئے۔ پھر آزاد کشمیر میں ایک دفعہ وزیر تعلیم اور دو مرتبہ صدر بن گئے۔آپ نے کشمیری زبان میں قرآن شریف کا بہترین ترجمہ کیا اور مختصر تفسیر بھی قلمبند فرمائی۔آخر ۱۹۶۸ء میں آزاد کشمیر میں وفات پائی۔

(۴) مولانا سید محمد قاسم شاہ صاحب بخاریؒ

آپ سرینگر میں ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے والدہ ماجدہ نے محمد قاسم نام رکھا۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے خاندان کے بزرگوں اور اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔بارہ سال کی عمر میں والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔اس کے بعد تکمیل تعلیم کے لئے ہجرت کی اور گھر والوں کو بھی اس سفر کے متعلق اطلاع نہیں دی کہ کہیں وہ روڑے نہ اٹکائیں۔آئندہ تعلیم کے لئے آپنے امرتسر کا انتخاب کیا۔وہاں آپ نے مولانا عبدالکبیر صاحب کے مدرسہ دارالعلوم نصرت الحق میں داخلہ لیا۔اس مدرسہ میں ڈیڑھ سال گذارنے کے بعد اپنے دیگر ہم سبق حضرات کی معیت میں زیادہ معیاری تعلیم حاصل کرنے کے لئے دہلی چلے گئے اور مدرسہ نعمانیہ میں تین سال رہے۔اس کے بعد ایک سال مدرسہ صدیقیہ دہلی میں گذارا۔وہاں سے دارالعلوم دیوبند آئے اور ادھر ایک سال رہے۔اس کے بعد پھر مدرسہ صدیقیہ دہلی واپس آئے اور اسی مدرسہ میں درس نظامی کی تکمیل کی۔اس کے بعد اورینٹل کالج دہلی میں داخلہ لیا۔ چھ مہینے انگریزی پڑھی۔ پھر چھوڑا۔دورہ حدیث کے لئے مدرسہ امینیہ میں داخلہ لیا۔ایک سال کے بعد مفتی کفایت اللہ کے مدرسہ سے دورہ حدیث سے فارغ ہوئے۔واپس وطن آنے کے بعد کچھ عرصہ

سرکاری ملازمت کی۔بعد میں مستعفی ہوئے۔دو سال شاہی مسجد سرینگر میں امامت کی۔اس کے بعد پچاس برس تک مسجد شریف سکہ ڈافر کے امام رہے۔۸ فروری ۲۰۰۰ء کو رحمت حق ہو گئے۔آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔آپ نے کشمیری زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ کیا۔پہلے سے ہی قائم شدہ انجمن تبلیغ الاسلام میں نئی روح پھونک دی۔وظیفہ شیئاً اللہ کے متعلق نرم گوشہ رکھتے تھے۔شیخ محمد عبداللہ کی نیشنل کانفرنس کے ہمیشہ حامی رہے سرینگر میں ایک دارالعلوم کی بنیاد ڈالی جو اس وقت حنفی عربی کالج کی شکل میں اپنا کام کاج کر رہا ہے۔

(۵) مولانا عبدالولی شاہ صاحبؒ (۱۸۹۶ء-۱۹۷۸ء)

مولاناؒ کے والد صاحب کا اسم گرامی سید یاسین شاہؒ تھا۔مولانا کی پیدائش کے وقت وہ دیو بگ ٹنگمرگ میں رہتے تھے۔کیونکہ انھوں نے وہاں ہی شادی کر لی تھی۔بچپن میں ہی والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔پھر چچا نے آبائی گاؤں ناران تھل لایا۔ابتدائی بچپن ناران تھل میں گزارا اس کے بعد علاقہ ویری ناگ کے ایک گاؤں قمروار میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجے گئے۔وہاں پر ایک رشتہ دار کے پاس رہ کر اس وقت کی مروجہ تعلیم کے مطابق گلستان، بوستان اور دیگر بنیادی کتابیں پڑھیں۔اس کے بعد سرینگر میں مولوی رسول صاحب کے مدرسہ میں داخلہ لینا چاہا۔لیکن مولانا کے ایک رشتہ دار میر مقبول نے وہاں پر تعلیم حاصل کرنے سے رکا یا میر واعظ خاندان (کلان) والوں کے ساتھ میر صاحب کو فکری اختلاف تھا۔ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولوی صاحبؒ امرتسر تشریف لے چلے۔وہاں ان دنوں مفتی اعظم امرتسر مولوی غلام مصطفٰے صاحب مسند درس سنبھالے ہوئے تھے۔ان کے معاون مولانا محمد حسن صاحب تھے جو حضرت تھانویؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔یہاں سے فارغ ہونے کے بعد حسن پور ضلع مراد آباد چلے گئے جہاں ایک نواب کے مدرسہ میں ایک پیرانہ سال عالم دین مولانا ولی احمد صاحبؒ پڑھاتے تھے۔وہ اکابرین دیوبند میں شمار ہوتے تھے۔ساتھ ہی حضرت تھانوی کے خلفاء میں سے تھے۔ظاہری تعلیم کے ساتھ ساتھ مولانا نے یہاں رہ کر باطنی فیوض بھی حاصل کئے۔اپنے اس استاد سے مولانا نے منطق، فلسفہ اور کئی دیگر علوم حاصل کئے تمام ضروری علوم حاصل کرنے کے بعد دہلی میں مولانا کفایت اللہ صاحب کے مدرسہ ۱۳۳۹ء میں داخلہ لیا اور وہیں سے اپنی سند فراغت حاصل کی اور ادھر ہی سے آپ کی دستار بندی ہوئی۔فارغ التحصیل ہونے

کے بعد امرتسر میں بحیثیت استاد تعینات ہوئے۔ چند سال استاد رہنے کے بعد واپس کشمیر تشریف لائے اور اپنی جگہ مولوی عبدالکبیر صاحب کو تعینات کروایا۔

کشمیر میں کچھ عرصہ گذارنے کے بعد پھر بغرض بیعت واپس ہندوستان تشریف لے چلے۔ اور اپنے سابقہ استادوں کی وساطت سے جو حضرت تھانویؒ کے اجل خلفاء بھی تھے حضرت تھانوی تک رسائی حاصل کی اور انھوں نے آپ کو اپنی بیعت سے نوازا۔ پھر کشمیر روانہ کیا۔ جہاں آپ نے اپنا دعوتی مشن شروع کیا۔ آپ کو اس بات کا شدید احساس ہوا کہ کشمیری مسلمان صحیح عقیدۂ توحید سے عاری ہیں اور یہی ان کی غلامی کا اصل سبب ہے۔ کوئی سیاسی داؤ پیچ ان کی اصل بیماری کا علاج نہیں ہے۔ لہٰذا جب تک یہ قوم عقائد کے اعتبار سے صحیح ڈگر پر نہیں آئے گی تب تک کوئی علاج کارگر نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا آپ نے اپنی تحریک توحید کا آغاز کیا۔ جس سے بارھمولہ اور اس کے اطراف و جوانب میں ایک زلزلہ آگیا۔ ایک مٹھی بھر جماعت آپ کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوگئی۔ آپ کے خلاف کئی مقدمے دائر کئے گئے۔ آپ کو زہر دے کر مارنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن خدا نے ہر موقعہ پر آپ کی حفاظت فرمائی۔ آپ وظیفہ شیئاً لِلّٰہ کے عدم جواز کے قائل تھے۔ آخر مولانا انور شاہ صاحبؒ دیوبند سے بحیثیت ثالث تشریف لائے اور فیصلہ سنایا کہ وظیفہ شیئاً لِلّٰہ مساجد میں پڑھنا ممنوع ہے۔ یہ فیصلہ مصدقہ عدالت ہے۔ آپکی انتھک کوشش کی وجہ سے آخر کار سارا قصبہ بجز چند افراد کے آپکا فدوی بن گیا۔ کشمیر میں تحریکِ توحید کو پروان چڑھانے میں میر واعظ خاندان کلان نے آپکی اخلاقی مدد کی۔ آپنے جرأتِ رندانہ سے کام لے کر اپنے مخالفوں کو خاموش کیا۔ پرآشوب حالات میں زندگی گذار کر ۱۹۷۸ء میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔

شجرہ مبارکہ حضرت مولانا عبدالولی شاہ صاحبؒ نارانتھلی ثم بارہمولوی

- سید عبدالقادر جیلانیؒ
- سید حافظ تاج الدین میر عبدالرزاق بن غوث الاعظمؒ
- قطب عالم قاضی القضاۃ سید میر عماد الدین ابی صالح نصرؒ
- قطب عالم سید میر محی الدین ابی نصر محمدؒ
- ابوسعود سید ظہیر الدین میر شہاب الدین احمدؒ
- ابوزکریا سید سیف الدین میر شرف الدین یحیٰ الحمویؒ
- سید میر شمس الدین محمدؒ
- سید میر علاء الدین علیؒ
- شمس العارفین سید میر بدرالدین ابومحی الدینؒ
- سید میر محی الدین یحییٰؒ
- ابوشہاب الدین سید میر شرف الدین قاسمؒ
- ابوالحسن ابویحیٰ سید میر شہاب الدین احمد ثانیؒ
- سید ابوالمعالی میر بدرالدین شاہ حسینؒ
- تاج العارفین سید میر عبدالباسطؒ
- سید میر عبدالقادرؒ
- سید شمس الدین میر محمود الحموی بغدادیؒ

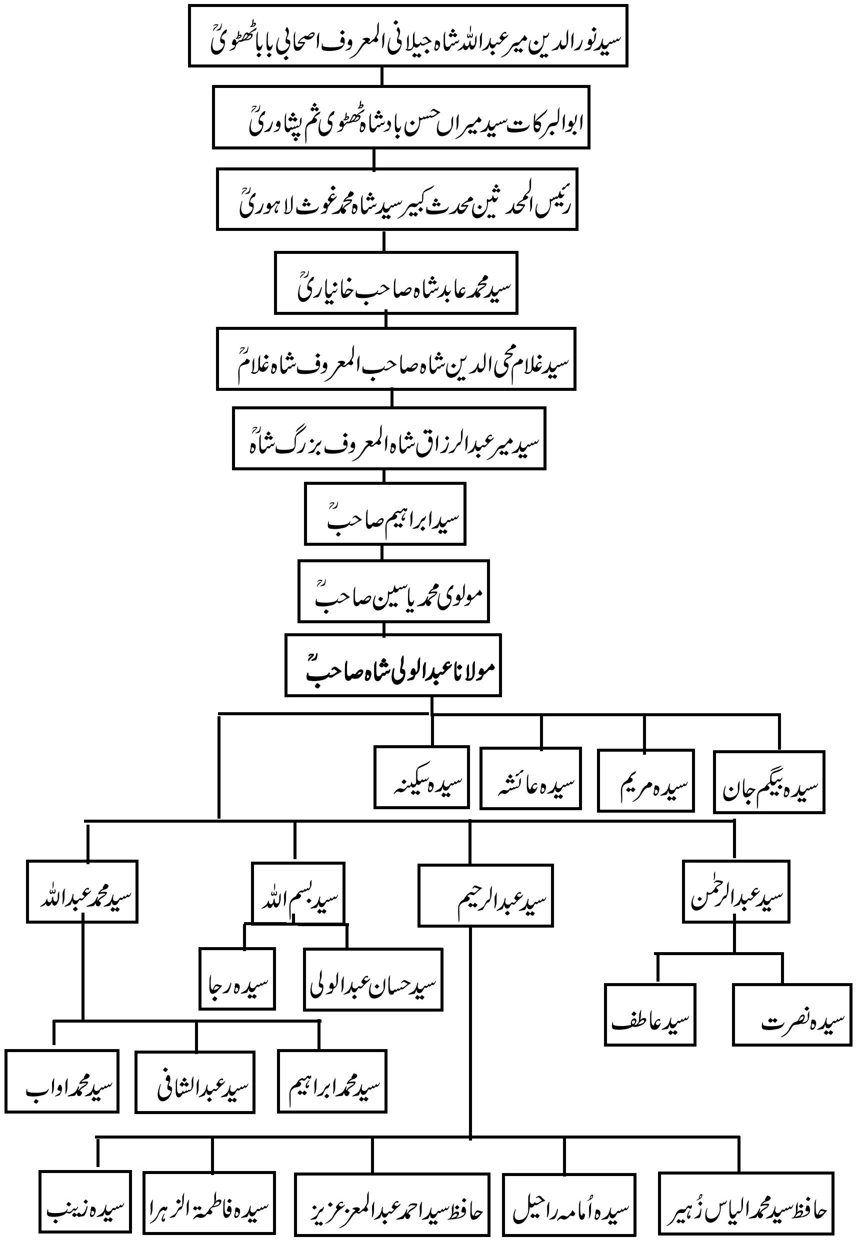

آپ کے مکتوبات بنام راہِ نجات

زندگی کچھ اور شئے ہے علم ہے کچھ اور شئے

زندگی سوزِ جگر ہے علم ہے سوزِ دماغ (اقبالؒ)

علامہ اقبالؒ کے اشعار لکھنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی۔ کہ ان کے کلام مبارک میں وہ سب کچھ موجود ہے۔ جس کی اھل علم کو ضرورت ہوتی ہے۔

محترم جناب عاصیؔ غلام نبی وانی صاحب سرپرست اعلیٰ راہِ نجات بارہمولہ کشمیر

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ

آپ کا میں بے حد شکر گزار ہوں۔ کہ آپ نے اپنی طرف سے راہِ نجات کے تین ماہ نامے عنایت فرمائے۔ یہ آپ کا بڑا پن ہے۔

میں نے آپ کے تینوں ماہ نامے بغور مطالعہ کئے اور بے حد متاثر ہوا چونکہ آپ کے ساتھ میری کئی دفعہ طویل گفتگو بھی ہوئی جس سے میں نے آپ کے علم کا اندازہ کیا۔ اور علم الکلام اور علمِ منطق میں بھی آپ کو کافی حد تک تجربہ ہے۔ خداوند قدوس جب کسی انسان کو عزت عطا کرنا چاہتا ہے تو اس کو پھر علم کے ساتھ ساتھ قلب کے نور سے بھی منور کرتا ہے۔

علم کے ساتھ قلم اور قلب دونوں کا جوڑ ہوتا ہے۔ آپ کے رسالوں میں مجھے دونوں چیزیں نظر آئیں۔ قلم تو اشاعتی پہلو میں نمایاں ہے جبکہ پیر رومیؒ و علامہ اقبالؒ جیسے مفکرین اسلام اور پاک ہستیوں کا ذکر کرکے آپ نے مجھے متاثر بھی کیا اور قائل بھی۔ جس کام کو آپ نے شروع کیا ہے۔ یہ کام قسمت والوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ ہم سب کو اسلام کی ضرورت ہے تاکہ ہم سب کل میدانِ محشر میں سرخرو ہو کر کھڑے ہوں۔

چونکہ چنگیزیوں کا قصہ جو آپ نے سرسری طور مارچ کے شمارہ میں بیان کیا ہے اس سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ خدا جس کو ہدایت دے تو اس کو کوئی نہیں روک سکتا ہے۔

ہے عیاں آج تاتار کے افسانے سے

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

آپ اپنے رسالے میں قلم اور قلب پر اسی طرح سے مضامین شائع کرتے رہیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مشن میں کامیاب کرے۔ اور آپ کا ماہ نامہ دن دوگنی رات چگنی ترقی کرے۔

خاکسار

مولوی محمد شفیع بابا تاج منطق

تاج کولونی مقام شاہ ولی کپوارہ

(نوٹ) مراسلہ نگار مولوی محمد شفیع صاحب ''تاریخ چک قبیلہ کشمیر'' کے مؤلف ہیں۔